هب لي من لدنك ذرية طيبة انك سميع الدعاء

تربیت الاطفال

ازافادات

قدردان فضیلت علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ

تاج ہند جی، سی، ایس، آئی۔ جی، سی، آئی، ای۔ فرمانروائے

بھوپال ادامہا اللہ بالعز والاقبال

جس مین

بچون کی تربیت کے اصول کو نہایت وضاحت و عمدگی کے ساتھ درج کیا گیا ہے

اور جو

(مطبع دار الاقبال بھوپال مین باہتمام محمد عبید اللہ پرسنل اسسٹنٹ مہتمم مطبع طبع ہوئی)

١٣٣٢ھ
١٩١٤ء

کتبہ نصیر الدین

تربیت الاطفال

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

سب سے اول ہم کو خدا سے بہتر کی مدد کا طالب ہونا چاہیے اور خشوع و خضوع قلب کے ساتھ وہ دعائیں مانگنی چاہئیں جو قرآن مجید میں موجود ہیں جیسے رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ دیکھو یہ کیسی مبارک اور جامع دعا ہے جو تمام تمناؤں پر محیط ہے اور جس میں تربیت کا صاف اشارہ ہے یعنی اے پروردگار اپنی جناب سے مجھ کو نیک اولاد عنایت فرما کہ تو سب کی دعائیں سنتا ہے۔

اسی طرح رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ کا ورد رکھنا چاہیے، لیکن اسی کے ساتھ مصمم قصد اور کوشش و تدبیر کی بھی ضرورت ہے کیونکہ لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ دراصل کوشش و تدبیر ہی وہ چیزیں ہیں جن سے بڑی بڑی مشکلیں حل ہوتی ہیں اور عظیم الشان کام سرانجام پاتے ہیں، پس ایک طرف خدا سے عاجزی اور الحاح کے ساتھ دعا مانگی جائے اور دوسری طرف ایسی تدابیر کی جائیں کہ اولاد صالح ہو

اور یقیناً دُعاؤن کی برکت اور مصمم ارادون کے نتائج سے ذریۂ طیبۂ اور اولاد صالح ملے گی ، پھر تربیت اخلاق مین ہمکو تخلقوا باخلاق اللہ پر عمل کرنا اور آن حضرت صلعم کی زندگی اور سنن و احادیث کو جو سرچشمۂ اخلاق ہے پیش نظر رکھنا چاہئے ، جب ہم ان طریقون پر عمل کرین گے تو اس مین شک نہین کہ ہماری قوم کی اخلاقی روشنی دنیا کو منور کرسکتی ہے۔

عمدہ تربیت کی ضرورت اور اُس کی اہمیت سے ہر شخص جو عقل سلیم رکھتا ہے واقف ہے اور اس مسئلہ پر یہان زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہین لیکن مختصراً اس قدر ضرور کہون گی کہ تربیت ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے ہم بچون مین وہ تمام فضائل مثلاً شایستگی ، تہذیب اخلاق پاکیزگی خیال اور دیگر صفات حسنہ پیدا کرسکتے ہین جن کی ہر زمانہ مین اور ہر جگہہ قدر کی جاتی ہے اور جن کی وجہہ سے انسان ہر سوسائٹی مین وقعت و عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے ، اُسی سے وہ روح پیدا ہوتا ہے جو دنیا کے بڑے آدمیون کا مایۂ امتیاز ہے اور جس کی وجہہ سے انہون نے دنیا کی تاریخ بدل دی ہے اور ایسے ایسے کام کئے ہین کہ اُن کے کارنامون نے قومی تاریخ سے گذر کر تاریخ عالم مین ممتاز جگہہ پائی ہے۔

ہماری تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ جب ہمارے اسلاف نے اِس پر عمل

کیا ہے تو اُنھون نے کیا کیا مدارج حاصل کئے ہین۔

ایک عرصہ ہوا کہ ہماری قوم اِس متاعِ گران مایہ کو کھو چکی تھی، مگر اب خدا کا شکر ہے کہ کچھ توجہ اگرچہ وہ بہت ہی خفیف ہے اِس زمانہ امن و ترقی اور دورِ تعلیمی مین پھر پیدا ہو چلی ہے؛ مسلمانون کے لئے بچون کی عمدہ تربیت نہ صرف دنیاوی مسرتون کا باعث ہے بلکہ آخرت کی خوشی بھی اس کے ساتھ وابستہ ہے

یہ کس قدر خوشی کا موجب ہے کہ تعلیم کے رواج سے مسلمانون کو تربیت اولاد پر توجہ ہو چلی ہے، مگر افسوس ہے کہ ابھی ہمارے ادب مین اس قسم کی کتابون کی بہت ہی کمی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اِس کے متعلق ایسا کافی ذخیرہ مہیا کیا جائے کہ عورتین جن پر قدرت نے اس مقدس فرض کی انجام دہی کی ذمہ داری عائد کی ہے اس سے بہرہ اندوز ہون اسی وجہ سے مین نے اپنی صنف کے لئے یہ رسالہ جس مین تربیت کے صحیح اور کارآمد اصول پر بحث ہے ترتیب دیا ہے، اتفاق سے مجھے موضوع پر ایک انگریزی کتاب کے مطالعہ کا بھی موقع ملا اور اُس کے مضامین مجکو بے حد پسند آئے اِن سے بھی اِس رسالہ مین امداد حاصل کی گئی۔

امید ہے کہ جو والدین اپنی اولاد کی تربیت کا ارادہ رکھتے ہین اُن کے لئے یہ رسالہ بہت مفید اور اِس مقصود کے حصول کے لئے رہنما ثابت ہوگا



تربیت اطفال کی ضرورت

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جو علمائے متکلمین اسلام میں نہایت زبردست عالم اور صاحب ریاضت تھے، اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں بچوں کی تربیت اخلاق کی نسبت فرماتے ہیں کہ :-

فرزند ماں باپ کے پاس ایک امانت ہے اور اس کا دل پاک و نفیس جوہر کی طرح ہے۔ موم کی طرح نقش پذیر لیکن سب نقشوں سے خالی ہے اور زمین پاک کے مثل ہے جو تخم اُس میں بوئے گا وہ اُگے گا۔ اگر اُس کے دل میں نیکی کا تخم بوئیں گے تو دین و دنیا کی سعادت اس کو نصیب ہوگی۔ ماں باپ اور معلم اس کے نیک کاموں کے ثواب میں شریک رہیں گے۔ اگر نیکی کا تخم نہ بوئیں گے تو لڑکا بدبخت ہوگا اور جو فعل اُس سے سرزد ہوں گے اُس کے مواخذہ میں ماں باپ اور معلم شریک ہوں گے اس واسطے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا یعنی بچاؤ تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آتش دوزخ سے ۔ بہ نسبت

آتشِ دنیا کے آتشِ دوزخ سے بچانا بہت ضرور ہے ، اور اُس کو
آتشِ دوزخ سے بچانے کے یہی معنی ہیں کہ اُسے باادب بنائے ۔
نیک اخلاق سکھائے اور بُری صحبت سے بچائے کہ صحبت بد سب
بُرائیوں کی جڑ ہوتی ہے ۔"

یہ نصیحت دراصل ایک اجمال ہے جس کی تفصیل و تشریح میں کئی ضخیم کتابیں لکھی جا سکتی ہیں
لیکن اِس رسالہ میں مختصر طور پر اس اجمال کی کسی قدر تشریح کی جائے گی

اُصول تربیت

تربیت اطفال ایک ایسا کام ہے جسکی تکمیل اُس وقت تک ممکن نہیں جبتک کہ والدین کی طرح تمام خاندان جو ایک جگہ رہتا سہتا ہو اور تمام نوکر جن سے ہر وقت سابقہ پڑتا ہو اُن اصول پر عمل درآمد نہ کریں جن پر تربیت کا دارومدار ہے ۔ کیونکہ جس طرح ہوا ، پانی ، غذا وغیرہ کو انسان کے جسمانی نشوونما میں دخل ہے ۔ اسی طرح والدین اعزہ اور ملازموں کے حرکات وسکنات اخلاق و عادات اور اشغال و خیالات اور اُن تمام امور کو جن کا تعلق حسیات سے ہے بچے کی تربیت اخلاق میں دخل ہے ، اس لئے ضرورت ہے کہ ابتدا ہی سے اخلاقی تربیت کا خاص خیال رکھا جائے یہ خیال کرنا کہ بچہ میں سن تمیز کو پہنچکر خود بخود تہذیب آجائے گی یا وہ جوان ہوکر خود بخود سمجھ جائے گا ایک ایسی غلطی ہے جس کی تلافی کسی طریقہ سے بھی آیندہ ممکن نہوگی ۔

دوسری خرابیوں سے اگر قطع نظر بھی کرلی جائے تو آج کے کام کو کل پر چھوڑنا ہی ایک ایسی فاش غلطی ہے جس کے نقصانات مُسلّم ہیں اور اُس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں ۔

یہ تو روزمرہ کے تجربے اور مشاہدے کی بات ہے کہ جب ابتدائی بداحتیاطیوں

کے سبب سے انسان کی جسمانی تندرستی خراب ہو جاتی ہے تو وہ پھر اپنی تندرستی کا کیسا ہی خیال کیون نہ کرے اور حفظان صحت کے اصول کا کتنا ہی پابند کیون نہ ہو جاے مگر وہ صحت و تندرستی جو ان بد احتیاطیون سے پہلے تھی پھر بھی نصیب نہین ہو سکتی بہت سے بچے کامل نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے ایسے امراض مین مبتلا ہو جاتے ہین جن کا خمیازہ جوانی ہی مین نہین بلکہ بڑھاپے مین بھی اُٹھانا پڑتا ہے ، پھر اگر عدم نگرانی کی وجہ سے وہ روحانی صحت کے برکات سے محروم ہو جائین تو خَسِرَ الدُّنیَا وَالاٰخِرَۃ کا مصداق ہونگے ،

غرض بچون کے با ادب ، نیک ، اور سلیم المزاج بنانے کے لئے والدین کی طرف سے اور استاد کی توجہ اور نوکرون کی شائستگی کے علاوہ اُن سب کے ایک خاص طرز عمل اختیار کرنے اور ایک اصول کے پابند رہنے کی سخت ضرورت ہے کیون کہ جو کام بے اصول اور بے قاعدہ ہو کبھی نہین چل سکتا ، لیکن اصول کی پابندی کے یہ معنی نہین ہین کہ جن امور کو ایک مرتبہ اختیار کر لیا جاے اُن مین پھر کوئی تغیر و تبدل ہی نہ ہو بلکہ یہ مقصود ہے کہ تربیت کا ایک معیار مقرر کر لیا جاے اور اُس کو ایک لایق طبیب کے طرح جو مریض کے تمام تغیرات کو نظر مین رکھتا ہے بچے کی حالتون اور اُس کے تغیرات مزاج و عمر کا لحاظ کرتے ہوے پیش نظر رکھا جاے ، تربیت کا اصل اصول یہ ہونا چاہئے کہ بچے مین اُن صفات کے پیدا کرنے کی تدابیر اختیار کی جائین جو انسان کو نیک انسان بنانے مین

جب یہ اصول پیش نظر ہوگا تو وقتاً فوقتاً عقل کی رہبری سے اس کے لئے مختلف طریق اختیار کئے جا سکتے ہیں اور اس کا سب سے آسان اور موثر ین طریقہ یہ ہے کہ ہم بھی ویسے ہی ہو جائیں جیسا کہ ہم دوسرے کو بنانا چاہتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ابتدا میں بہ کثرت دقتیں اور سختیاں بلکہ ایک قسم کا جبر ان پر بیرون سے لئے اٹھانا ہوگا لیکن یہ سب بار جلد ان کی جبلت سے کم ہوگی خصوصاً جب کہ بچے جوان اور صاحب فہم ہونے کے بعد والدین یا مربیوں کو پیش آتی ہے۔

اکثر والدین بعض اوقات بچوں کی ضد ان کے رونے اور مچلنے سے تنگ کر پوری کر دیتے ہیں لیکن پھر ان کی ضد تکلیف دہ ہو جاتی ہے اس کا اندازہ یقیناً ان والدین کو ہوگا جو ایسا کرنے کے عادی ہیں۔

بعض بچے جن کو ادب و سلیقہ نہیں سکھلایا جاتا باپ یا ماں کو کسی جلسہ یا تقریب میں جاتے ہوئے دیکھ کر ساتھ جانے کے لئے مچل جاتے ہیں اور جب ان کو ہمراہ لے جاتے ہیں تو اس تقریب یا مجلس میں ان کی بد سلیقگی اور بدتمیزی سے جو کچھ ندامت اٹھانی پڑتی ہے وہ دل ہی جانتا ہے۔

بچوں کو حصول مقصد کے لئے بہت سی تدبیریں فطری طور پر سوجھتی رہتی ہیں اگر والدین ان باتوں کی تہ کو نہ پہونچیں اور ان کی ضد سے بر آری کرتے ہیں تو وہ ایسی تدابیر اختیار کرنے کے عادی ہو جائیں گے۔

بچون کی تربیت مین تربیت دینے والون کے استقلال مزاج کو بہت دخل ہے اگر ایک بچہ کی تربیت بھی استقلال کے ساتھ اُن اصول کے مطابق ہوگی جن کا ذکر تفصیلی اس کتاب کے آیندہ ابواب مین کیا گیا ہے تو پھر دوسرے بچون کی تربیت مین بہت سہولت ہوگی ، چھوٹے بہن بھائی بڑے بہن بھائیون کی تقلید کرین گے اور اس طرح گھر مین ایک طریقہ قائم ہو جاے گا، سب کو عادت پڑ جاے گی اور دوسرے بچون کے لئے ایک بہترین نمونہ اور اعلیٰ مثال پیش نظر رہیگی ، لیکن اگر استقلال کے ساتھ اُن مقررہ طریقون کو نباہا نہ گیا اور کبھی ایک بچے کے ساتھ بھی مقرر کردہ طریقون سے تجاوز کیا گیا یا ایک کو دوسرے پر کسی قسم کی ترجیح دی گئی یا جو بات ایک بچے کے لئے جائز سمجھی گئی اور دوسرے کے لئے ناجائز تو اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ایک بچے کے دل مین غرور اور نخوت پیدا ہو جائیگی ، اور دوسرے کے دل مین حسد و نفاق

جن گھرون مین کئی بچے ہوتے ہین اُن مین جس طرح یہ آسانی ہوتی ہے کہ اگر بڑے بچے کی تربیت اخلاق پر پوری توجہ کر لی جاے تو دوسرے بچون کے لئے اس قدر توجہ کی ضرورت نہین ہوتی ، کیونکہ چھوٹے بچون کی بالعموم یہ خواہش ہوتی ہے کہ جو کچھ اُن کا بڑا بھائی کرتا ہے وہ بھی وہی کرین اسی طرح یہ دشواری بھی ہے کہ اگر بڑے بچے کی تربیت مین کسی وجہ سے ناکامی ہوئی اور اُس مین بُری عادتین پیدا ہوگئین تو اُس کی بُرائیان

دوسرے بچون تک متعدی ہونگی کیونکہ بڑے بچے چھوٹے بچون کے معلم ہوتے ہین اور ان کے سامنے جس طرح وہ اپنی بہترین مثال پیش کرتے ہین اسی طرح بُری مثال بھی قائم کرتے ہین ، پس جہان تک ممکن ہو ہمیشہ پہلے بچے کی تربیت مین کامل توجہ اور ہوشیاری رکھنی چاہیئے۔ اگر کوئی عیب اُس سے ظاہر ہو تو فوراً اُس کی اصلاح اور ایسی کوشش کرنی چاہئے کہ اُس کے عیب دوسرون تک متعدی نہ ہون ۔

بچون کے باہمی طرزِ عمل کی نگرانی مربی کا خاص کام ہے کیونکہ بچے کو آپس مین مِل جُل کر رہتے ہین جس سے انہین ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے جو سب سے زیادہ ضروری اور مفید ہے لیکن ان مین اس قدر عقل نہین ہوتی کہ وہ اچھے بُرے مین تمیز کر سکین اور ایک دوسرے کی بُرائیون سے محفوظ اور بھلائیون سے متمتع ہوتے رہین ۔

اگر سن تمیز سے پہلے یہ اطمینان بھی ہو جاے کہ بچون مین عمدہ اخلاق پیدا ہو گئے ہین تو بے پروائی اختیار نہ کرنی چاہیئے ، کیونکہ یہ زمانہ نہایت نازک ہوتا ہے اور چونکہ اس عمر مین نیکی اور بدی کے قبول کرنے کا مادہ بہت ہوتا ہے اس لئے ممکن ہے کہ ایک بُری عادت کی بدولت تمام عمدہ عادتین خاک مین ملجائین ۔

سن رشد کا زمانہ بھی مدد کا محتاج ہے کیونکہ گو اس وقت مین اُن کو نیک

وہ بین امتیاز کی قوت پیدا ہو جاتی ہے تاہم وہ اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے بہت سے امور مین مشورہ کے محتاج ہوتے ہین ، اور ان مشورون مین اُن تجربات بہت مدد ملیگی جو اُن کے والدین اور مربیون کو عمر کا ایک بڑا حصہ صرف کرنے کے بعد حاصل ہوئے ہون گے ۔

ہر شخص کا فرض ہے کہ شادی کے بعد ہی سے اس مسئلہ پر اچھی طرح غور کرے کہ اُسے اپنی اولاد کو کس طرح اور کیا تربیت و تعلیم دینی چاہیئے کیونکہ تربیت کا زمانہ دنیا مین مولود کے پہلے سانس لینے کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے اور مان کی گود ہی سے اس کی ابتدا ہوتی ہے ۔

نوٹ :- ہندوستان مین عموماً کافی موقع ایسے غور کے لئے نہین ملسکتا کیون کہ شادی شدہ لڑکون کو خود ہی تربیت کی احتیاج ہوتی ہے ایک لڑکا جس کی عمر سترہ اٹھارہ سال کی ہو اور جو اسکول یا کالج مین اپنی زندگی بسر کر رہا ہو وہ کیا اس مسئلہ پر غور کر سکتا ہے ؟ اگر ہم یہ باور کر لین کہ اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے اس کی وہ تعلیم جو اُس نے گھر اور مدرسہ مین حاصل کی ہے مددگار ہوگی تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ لڑکی جسکی عمر تیرہ چودہ سال کی ہو اور جس نے اپنے گھر مین کچھ تھوڑا سا پڑھا لکھا ہو یا کسی مدرسہ مین معمولی تعلیم پائی ہو اور بوجہ شرم و لحاظ کے جو ہندوستانی عورتون کا ایک مخصوص تمغہ شرافت ہے اُس کو ایسے مسائل پر تبادلہ

تربیت مین والدین کی ملاطفت آمیز اور پُر متانت فہمائش کو بڑا دخل ہے لیکن بعض اوقات تنبیہ سے بھی کام لینا ضروری ہوتا ہے اور ان سب باتون کو موقع بہ موقع استعمال کرنا بہت بڑی عقل و فہم کا کام ہے۔ اگر تنبیہ کی جگہ صرف فہمائش یا فہمائش کی جگہ تنبیہ کی جائے گی تو اس کے نتائج ہرگز اچھے نہین پیدا ہو سکتے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) خیالات کا موقع نہ ملا وہ اپنے بیون کے اوقات کا انضباط کر سکے۔

بطور جملہ معترضہ مین اس موقع پر یہ لکھنا بھی ضروری سمجھتی ہون کہ جو ن کہ لڑکیون کی مدت تعلیم بمقابلہ لڑکون کے کم ہے اس لئے ابتدا سے ہی اُن کے نصاب تعلیم مین تربیت اولاد کا مضمون داخل ہونا چاہئے۔ مین اس خیال کی حامی نہین ہون کہ ہندوستان یا ہندوستان جیسے گرم ملکون مین تکمیل تعلیم کے لئے زیادہ عمر تک شادی نہ کی جائے میری رائے مین لڑکون کے لئے بیسوان یا اکیسوان سال اور لڑکیون کے لئے سولھوان یا سترھوان سال شادی کے لئے موزون عمر ہے، کیونکہ ان ملکون مین یہی زمانہ شباب کا ہے، اور زمانہ شباب مین شادی نہ ہونا بہت سی بداخلاقیون کا انسداد کرتی ہے۔

آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ یَامَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ

بچون کی آزادی اور پابندی بھی نہایت قابل توجہ امر ہے اگر ان کو خطرناک کامون کے لئے آزادی دی جاے گی یا مفید وعمدہ اور تفریح کے کامون مین مداخلت ہوگی یا اُن کے خلاف منشا کسی کام کے لئے خواہ مخواہ ان کو مجبور کیا جاے گا تو اُن کے لئے ایک بڑی مصیبت ہو جاے گی، بعض چھوٹے بچے اپنی خوشی سے ایسی پیاری پیاری حرکتین کرتے ہین جن کے دیکھنے سے کبھی سیری نہین ہوتی لیکن ہر وقت تو وہ ایسی حرکتین نہین کر سکتے اگر ان کو اُن دل لبھانے والی حرکتون کے لئے مجبور کیا جاے تو یقیناً وہ ہر وقت ایسا حکم ماننے کے لئے تیار نہین ہو سکتے، اسی طرح اگر کانچ کے برتنون سے کھیلنے، یا لیمپ وغیرہ چھونے یا انگارہ اُٹھانے اور ایسی ہی دوسری مضرت رسان حرکات کی آزادی دیدی جاے تو یقیناً خطرہ مین مبتلا ہو جائین گے، پس ان دونون باتون کے لئے موقع اور محل کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ ؎

یعنی اے جوانون کے گروہ جس شخص کو تم مین سے عقد نکاح کا مقدور ہو اُسے نکاح کرنا چاہئے، کیونکہ اس سے آدمی دیدہ ہوائی نہین ہونے پاتا اور پاکدامنی بھی محفوظ رہتی ہے۔

جہان مین زیادہ عمر تک شادی نکرنے کی مخالفت ہوئی ہان مین اس سے بھی اختلاف رکھتی ہون اور مضر صحت سمجھتی ہون کہ صغر سنی مین شادی کر دی جاے"

اکثر گھروں میں بچہ بڑوں کا ایک کھلونا بنا لیا جاتا ہے اور اس کو دل بہلانے کی ایک چیز سمجھا جاتا ہے، لیکن یہ عقلمندی کے سخت خلاف ہے بچہ کی حرکتوں پر چشم پوشی کرنا بھی موقع بے موقع ہونا چاہیے، اگر اس کے ہر ایک قصور یا حکم عدولی پر ہمیشہ چشم پوشی کی جائے تو اس کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو جائے گا کہ وہ کسی قصور کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر بات بات پر تنبیہ کی جائے تو اس میں بے حیائی پیدا ہو جائے گی۔

اگر بچوں سے کوئی غلطی واقع ہو جائے تو اس کو بہت آہستگی کے ساتھ تنہائی میں سمجھا دینا چاہیے کہ یہ بات اچھی نہیں تھی۔ لیکن خیر اب تو ہوگئی آیندہ نہیں ہونا چاہیے، اور تم ایسے اچھے بچے ہو کہ انشاء اللہ پھر نہیں کرو گے ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے کہ لوگوں کے روبرو زجر و توبیخ سے بچوں میں بے حیائی پیدا ہوتی ہے اور اگر ان کو تنہائی میں سمجھا دیا جائے تو وہ بہت زیادہ نادم ہوتے ہیں اور اُس قصور کی شہرت نہ ہونے کو غنیمت جانتے ہیں اور اُن کو یہ خیال آیندہ احتیاط کی ترغیب دیتا ہے کہ اس وقت تو ہمارے قصور سے صرف وہی شخص واقف ہے جو دنیا میں ہمارا سب سے بڑا شفیق ہے، اگر پھر قصور کریں گے تو شہرت ہوگی اور لوگ ذلت کی نظر سے دیکھیں گے۔

تنہائی میں نرمی کے ساتھ فہمائش کرنا ہمیشہ لوگوں کے سامنے سختی

کے ساتھ سمجھانے سے زیادہ مؤثر ہے اور اس فہمائش کا بھولنا قریب قریب ناممکن ہوتا ہے۔

اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ کوئی بد عادت نہ تو فوراً پڑ سکتی ہے اور نہ فوراً چھوٹ سکتی ہے، لیکن کسی بد عادت سے محفوظ رکھنے کے لئے اس طریقہ کا اختیار کرنا سودمند ہوگا کہ اُس بُری عادت مین مبتلا ہونے اور اُس کا خمیازہ اُٹھانے سے پہلے یا بعد اُس کے نقصانات کی طرف توجہ دلائی جائے اور اُس کی بُرائی کماحقہ بچہ کے ذہن نشین کر دیجائے عین اُس وقت جب کہ وہ اپنی غلطی سے کسی تکلیف مین مبتلا ہو اُس کو لعنت ملامت کرنا اُس کے غمزدہ دل کو مایوس بناتا ہے، ایسی صورت مین اس طرح نصیحت کرنی چاہئے کہ وہ ہمدردی کی قدر کرے اور اُس کا احسان مند ہو اور اگر اُسی وقت خفگی کی گئی یا ایسی باتین روا رکھی گئین جن سے اُس کی تکلیف مین زیادتی ہو تو اُس مین ناامیدی پیدا ہو جائے گی اور وہ مایوس ہو جائے گا، اور آیندہ ایسے نقصانات کو چھپانے کی کوشش مین رہیگا جس سے پھر اصلاح کا موقع جاتا رہیگا۔

والدین کی یہ سب سے بڑی عقلمندی ہے کہ وہ یہ بات بچون کو ذہن نشین کر دین کہ وہ اُن کے صادق اور رازدار دوست اور شفیق ناصح ہین۔

عموماً بچون کی خراب خصلتون یا بُرے افعال سے والدین کو صدمہ

ہوتا ہے ، لیکن اکثر محض اس لئے کہ بچون کو رنج نہ ہو اظہار ملال نہین کرتے اور اس طرح وہ اپنے بچون ہی کو ایک قسم کا دھوکا دیتے ہین۔
اگر ان کو اس بات کا اعتماد ہے کہ اُن کے بچے نہ صرف اُن کی عزت کرتے ہین بلکہ محبت کرتے ہین تو فوراً اپنا رنج ظاہر کر دینا چاہئے ، وہ سعید اولاد جس نے عمدہ تربیت سے سعادت حاصل کی ہے ضرور اس رنج سے متاثر ہو کر آیندہ کے لئے احتراز کریگی ، ورنہ پہلے خود اس بات کا افسوس کرنا چاہئے کہ اُن کے اخلاق اس قسم کے ہین اور اُنھون نے تربیت مین ایسی بے پروائی کی ہے کہ خود اُن کے بچے بھی اُن سے محبت نہین کرتے جو در اصل محبت کے فرشتے ہوتے ہین ۔
غرض در گذر کرتے اور سزا دیتے وقت اس کا پورا لحاظ رہے کہ چشم پوشی سے حکم عدولی اور سزا سے بے حیائی کی عادت نہ پڑجاے۔
اصلاح کا سب سے بہتر یہ طریقہ ہے کہ بچون کو اُن کے قصور اور غلطی کی نسبت یہ ذہن نشین کرا دیا جاے کہ جو کچھ انھون نے کیا ہے ایک بُرا کام ہے اور بُرے کامون سے احتراز لازم ہے ۔
جب کسی بچہ کے دل مین بُرے کام سے پرہیز کرنے کا خیال راسخ ہو جاے گا اور وہ یہ سمجھ لے گا کہ جو کچھ مین کر رہا ہون ایک بُرا کام ہے تو وہ ہمیشہ اس سے احتراز کرے گا۔

عموماً والدین کو بچون کی پرورش کے زمانہ مین جب کہ وہ بیمار ہوتے ہین ایک نازک وقت ہوتا ہے اس موقع پر اُن مین انتہائی ضد پیدا ہو جاتی ہے اور والدین کو عجیب عجیب طرح سے ناز برداری کرنے کے لئے مجبور کرتے ہین لیکن جن بچون کو ابتدا ہی سے ہٹ نہ کرنے کی عادت ڈال دی جاتی ہے اُن کی تیمار داری کچھ مشکل نہین ہوتی۔

ضدی بچون کو بدذائقہ دوا اور غذا کا پلانا اور کھلانا نہایت مشکل کام ہے اور اس لئے نہ صرف اُن کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے بلکہ اُن کو لالچ بھی دیا جاتا ہے اور یہ گھر بھر کے لئے ایک بڑی مصیبت ہوتی ہے جو صرف عمدہ تربیت نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔

گو ماں باپ بچون کے دلون مین مار پیٹ کا خوف پیدا کرتے ہین مگر اس اصولی غلطی کے نقصانات کو وہ محسوس نہین کرتے بچون کو اس طریقہ پر تربیت دینی چاہئے کہ جب ان کو یہ معلوم ہو کہ اُن کی کسی بات سے ماں باپ کو رنج پہونچا ہے تو وہ خود متاثر ہو کر اس امر کی کوشش کرین کہ تعمیل حکم کر کے ان کو خوش کر دین۔

سزا ایسے طریقون سے دی جاسے جو نرم ہون اور جن کا اثر دلون پر قائم ہو جائے۔ مثلاً جب کوئی بچہ حکم عدولی کرے تو اُس کو بجائے جسمانی سزا کے یہ سزا دی جائے کہ ایک کمرہ مین علحدہ بٹھایا جائے

یا سیر و تفریح کو ساتھ نہ لیجایا جاے یا کسی کھیل تماشے مین اُس کو نہ بھیجا جاے یا اُس روز گھر سے باہر نہ جانے دیا جاے اور بتا بھی دیا جاے کہ یہ فلان قصور کی سزا تم کو دی جاتی ہے ۔

بعض وقت بچہ کو غذا کی کمی یا ایک وقت مطلق غذا نہ دینا بھی ایک عمدہ سزا ہے اور بچہ پر اس کا بہت عمدہ اثر ہوتا ہے ۔

بچون کی خوشامد کرنا یا اُن کو لالچ دیکر کسی حکم کی تعمیل کرانا ایک ایسی غلطی ہے جسکی تلافی بہت مشکل سے ہو سکتی ہے یہ دونون باتین اُن کی اخلاق اور آیندہ زندگی کے لئے نہایت خطرناک ہین اور یہ صریح اصول تربیت کے برخلاف ہے غرض سزا دینے کا وہ طریقہ اختیار کیا جاے جو معقول طور پر موثر ہو اور شفقت کا اظہار ایسے طور پر کیا جاے جس مین تعلیم و تربیت کا مقصد ہاتھ سے نہ جانے پاے ۔

اگر موقع پر نصیحت نہ کی جاے یا کسی ایسے کام کی ہدایت کی جاے جس کی تعمیل یا برداشت بچہ کی طاقت سے باہر ہو تو وہ اُس کو سن تو لین گے لیکن اُس پر توجہ نہین کرین گے ۔

بچون کو صرف یہ کہدینا کہ یہ کام کرو اور یہ کام مت کرو ہرگز مفید نہین ہے ، بلکہ جس کام کے کرنے کو اُن سے چاہا جاے یا جس کام کے کرنے سے باز رکھا جاے اُس کی تمہید اُٹھاکر اور اُن کی سمجھ کے مطابق دلائل بیان

کر کے سمجھا دیا جائے ۔ اور بہت طریقہ یہ ہے کہ اس قسم کے تاریخی و اخلاقی قصے ان کو سنائے جائیں جن سے یہ نتایج برآمد ہوتے ہوں کہ انسان پر اس کی بد اخلاقی ، نافرمانی اور مذہبی بے پروائی سے کیا کیا تباہی آئی ہے ۔

بچوں کو عمدہ اخلاق کا خوگر اور بری باتوں سے متنفر کرنے کے لیے سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ والدین خود عملی طور پر ایسی باتوں کے پابند ہوں ، بچوں کو جب استقلال ، محبت ، حلم ، تہذیب دور اندیشی وغیرہ کی تعلیم دی جائے تو والدین بھی اپنے افعال و اقوال میں ان صفات کی مثالیں ان کے سامنے پیش کرتے رہیں ، وہی ناصح بہتر اور باثر ناصح ہوتا ہے جو اپنی زندگی کو بے داغ رکھتا اور خود اپنا ایک باصفا اور مکمل نمونہ اپنی اولاد کے سامنے پیش کرتا ہے ۔

سب سے زیادہ مفید اور موثر امر یہ ہوگا کہ پہلے بچہ کے دل میں مذہب کی عظمت قائم کی جائے اور اس عظمت کے قائم کرنے میں اگر والدین خود شعائر مذہب کے پابند ہوں تو کچھ زیادہ تکلیف اٹھانی نہ پڑیگی ۔

یہ مشاہدہ ہے کہ جن مسلمان گھروں میں نماز کی پابندی ہوتی ہے چھوٹے چھوٹے سے بچے محض تماشا یا نقالی کی غرض سے جا نماز پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور قیام و رکوع اور سجود وقعود کرتے ہیں بظاہر

یہ ایک تماشہ ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ اس بات کو جتاتے ہین کہ گرد وپیش کے واقعات کا اُن کے قلب پر کیا اثر ہوتا ہے اور اُن کے دلون مین عظمت مذہب کی استعداد قبولیت کس حد تک موجود ہے اگر اسی زمانے سے والدین اخلاق پاکیزہ اور اعمال حسنہ کی تعلیم قول وفعل دونون سے دین تو یقیناً بچون کے اخلاق مین اعلیٰ درجہ کی شایستگی پیدا ہوجائیگی جو زندگی کے ہر دور مین اُن کے کارآمد ہوگی۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ تعلیم وتربیت جس مین مذہبی عنصر شامل نہ ہو محض سطحی ہوتی ہے، اور اُس کا اثر پائدار نہین ہوتا۔

مان کی شفقت بے انتہا نفع پھونچاتی ہے، لیکن اگر شفقت تعلیم اور تجربہ کی روشنی مین کی جاے تو بہت ہی قوی اور پُرتاثیر ہوسکتی ہے۔

ہمارے ملک مین اور خصوصاً مسلمانون مین تعلیم نسوان ابھی ابتدائی حالت مین ہے، اور اس کوشش کو شروع ہوئے در اصل ایک صدی کا دسوان حصہ بھی نہین ہوا، لیکن اس سے پچاس ساٹھہ برس قبل بلکہ اس سے بھی پہلے جب کہ موجودہ تعلیم کا نام و نشان بھی نہ تھا جن عورتون نے صرف مذہبی تعلیم حاصل کی تھی اور اپنے بچون کی تربیت اُصول مذہب و اخلاق پر رکھی تھی ہم دیکھتے ہین کہ وہ

بچے دنیا مین نہایت نامور اور مدبر مانے گئے ہین ، اب تو کچھ کچھ تعلیم بھی شروع ہوگئی ہے اور یقین ہے کہ ہندوستانی عورتین تعلیم حاصل کرکے ان فرائض کو جو فطرت نے تربیت وتعلیم اولاد کے متعلق اُن کے ذمہ رکھے ہین اداکرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرینگی ۔

کوئی شک نہین کہ عورت کا فطری کام خانہ داری کا انتظام اور بچون کی پرورش ہے لیکن ان باتون کے لئے بھی تعلیم کی ضرورت ہے خصوصاً پرورش اولاد کے لئے مان کا نہ صرف تعلیم یافتہ ہونا بلکہ اُسی قدر دوراندیش اور انجام بین ہونا بھی ضروری ہے ، جس قدر کہ باپ ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے بچون کو جو ہر وقت باپ کی عقل و فراست سے فائدہ نہین اُٹھا سکتے ، دنیا مین بڑے بڑے کام کرنے کے لئے تیار کردے۔[1]

---

[1] مدارس کے واسطے جب ٹیچر اور پروفیسر منتخب کئے جاتے ہین تو ابتدائی درجون کے پڑھانے کے لئے کم ازکم انٹرنس پاس ٹیچر رکھا جاتا ہے اور ماہرین تعلیم اُس کو بھی عمدہ طور پر پڑھانے کے قابل نہین سمجھتے اور اس سے بھی بلند معیار چاہتے ہین پس جب کہ مدرسہ کی ابتدائی درجون کی تعلیم کے لئے عمدہ قابلیت رکھنے والے اوستاد کی ضرورت ہے تاکہ وہ اس طرح تعلیم دین جس سے آیندہ درجون مین

در اصل بچون کا گھر مین ہونا بڑی برکت اور خدا کی نعمتون مین سے بڑی نعمت ہے، کیونکہ اس نعمت سے روح کو حقیقی مسرت اور دل کو اصلی سرور حاصل ہوتا ہے، یہ تو سب جانتے ہین کہ ان کی معصومانہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ترقی کرنے کی صلاحیت پیدا ہو تو پھر تربیت اخلاق تو اس سے بھی زیادہ اہم کام ہے، اور اس تعلیم کے لئے بھی خاص حیا قابلیت کی ضرورت ہے۔

تمام والدین کو جو اپنی اولاد کے معلم اخلاق ہین اور اپنے بچون کو بہت سی تربیت دینا چاہتے ہین۔ بہت کچھ تجربہ اور قابلیت درکار ہے، اُن کو پہلے خود قابلیتین اور تجربے حاصل کرنے چاہئین اور پھر اولاد کی تربیت شروع کرنی چاہئے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ ماں باپ بچے سے قبل ان تمام امور پر غور کرین، تعلیم و تربیت کا سلسلہ اس طرح شروع کیا جائے کہ درمیان مین منقطع نہ ہونے پائے۔

اگر اپنے بچون کے بہی خواہ والدین اس فرض کو ادا نہین کرسکتے اور اپنے آپ مین وہ اس کی اہلیت نہین پاتے تو ان کو لازم ہے کہ وہ بچون کو ایسے اشخاص کے سپرد کرین جن مین تربیت

ہنسی بڑی سے بڑی مصیبت کو ہلکا کر دیتی ہے ، انسان پر کیسی ہی فکر کا
سیاہ بادل کیوں نہ گھرا ہوا ہو مگر ان کا بشاش چہرہ دیکھتے ہی وہ بادل
پھٹ جاتا ہے ، وہ نہ صرف اسی لئے نعمت و برکت ہیں کہ ہم کو ان سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

کرنے کی قابلیت ہو ، یورپ میں چھوٹے بچوں کی تربیت و تعلیم کے وسائل مہیا ہیں ، جو عورتوں کے ہاتھوں میں ہیں اور والدین بچوں کی جدائی گوارا کر کے ان کے پاس رکھتے ہیں ، اگر ہمارے ملک اور ہماری قوم میں بھی تربیت اولاد کا پورا خیال ہو جائے تو ہم بھی ایسے وسائل مہیا کر سکتے ہیں لیکن ان وسائل کے لئے سب سے زیادہ ضرورت تعلیم نسواں کی ہے ، افسوس ہے کہ ابھی تک ایک گروہ عورتوں کے لئے صرف ابتدائی اور معمولی تعلیم کو کتنی سمجھتا ہے اور زیادہ تعلیم کا اس لئے حامی نہیں ہے کہ ان سے چونکہ نوکری کرانا مقصود نہیں ہے اس لئے اعلیٰ تعلیم کی ضرورت بھی نہیں ، لیکن وہ نہیں سمجھتے کہ عورتیں اصل اپنے بچوں کی خادم ہیں جن کو فطرت نے مقرر کیا ہے اور ان کے لئے نوکری کرنے کی صورت میں اس قدر علم اور تجربہ کی ضرورت نہیں جس قدر کہ بچوں کی تربیت کو لئے ضرورت ہے۔

یہ خوشی ومسرت حاصل ہوتی ہے بلکہ غور سے دیکھا جاے تو وہ والدین
مین عمدہ اخلاق پیدا کرتے اور اُن کو بہت سی بُری باتون سے
بچاتے ہین۔

مین نے ابھی حال مین ایک انگریزی رسالے مین یہ نہایت
معنی خیز فقرہ دیکھا تھا کہ :-

"بچے والدین کے اوستاد ہوتے ہین"

درحقیقت یہ بات نہایت صحیح ہے، اور اس پر جس قدر غور کیا جاتا ہے
اُسی قدر گہرے معنی پیدا ہوتے ہین۔

یہ تو عام طور پر سب جانتے ہین کہ تمام والدین کی ہمیشہ یہ
خواہش ہوتی ہے کہ اُن کی اولاد اُن سے بہتر ہو اور جن کامون سے
اُن کو نقصانات پہونچے ہون یا جن افعال و عادات سے وہ سوسائٹی
مین بُرے سمجھے گئے ہون وہ اُن کی اولاد مین نہ ہون۔

پس اُن کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کے اُن تجربات سے جو اُنھون نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

خداوند کریم اب ہماری قوم پر رحم کرے اور ان کی عقلون کو
نور ہدایت سے منور فرمائے تاکہ ہماری نسل اُس کی دولت علم
واخلاق سے بہرہ یاب ہو۔

مان یا باپ بننے سے قبل حاصل کئے ہین اولاد کی تربیت مین فائدہ اُٹھائین اور اپنے عادات و اطوار کو ایک بہترین مثال بنائین ✤

والدین کو بچّون کے دلون مین اپنی عظمت و محبّت قائم کرنی چاہئے

ابتدا سے ہی اگر بچون کے اخلاق درست کئے جائین گے، عمدہ تربیت دی جائیگی اور اس امر کی کوشش کی جاے گی کہ ؏ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا کو سمجھین اور والدین کی محبت مین مذہبی عظمت ملی ہوئی پائین تو یقیناً کامیابی ہوگی اور اولاد کے دل سے ایک لمحہ کو بھی مؤدبانہ محبت کا خیال ترک نہ ہوگا۔

والدین کو لازم ہے کہ اپنے افعال سے بچون پر یہ ثابت کردین کہ وہ فی الواقع قابل تعظیم ہین اور اُن کو اپنے بچون سے سچی محبت ہے، اور وہ اپنے بچون کے سچے بہی خواہ ہین، اگر بچون کے دلون مین ایسا احساس پیدا کردیا جاے تو بچے ہمیشہ والدین کے احکام کو واجب التعظیم تصور کرکے اُن کے بجا لانے کی کوشش کرین گے، اس طور پر عمدہ

تربیت کے دینے مین بہت مدد مل سکتی ہے۔

اولاد کے ساتھ حقیقی محبت یہ ہے کہ اُن کے اخلاق و عادات کو نیکی سے آراستہ کیا جاے اور بد اخلاقی کو اُن کے لئے ایک خوفناک دشمن سمجھا جاے، حدیث شریف مین ہے کہ والدین کی مثال چرواہے اور اولاد کی مثال گلہ کی ہے جس طرح چرواہا اپنے ریوڑ کا جوابدہ ہے اُسی طرح والدین بھی جوابدہ ہین، پس اُن کی عادتون مین عمدگی پیدا کرنے کی طرف توجہ اور کوشش نہ کرنا ایک مواخذہ ہے۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض مائین جس صلہ کی اپنے بچون سے امیدوار ہوتی ہین جب وہ صلہ اُن کو نہین ملتا تو اُن کی یہ دُعا ہوتی ہے کہ خدا تم کو عوض دیگا یعنے تمھاری اولاد سے بھی تم کو ایسا ہی صلہ ملے گا۔ اس مین شک نہین کہ صلہ تو ضرور ایسا ہی ملے گا جب کہ انھون نے تربیت نہین پائی عمدہ اخلاق نہین سیکھے تو اُن کی اولاد بھی ان صفات سے معرّا رہے گی، اور اُن کو بھی وہی پھل ملین گے۔ اور صرف ایک دو نسلون پر ہی اسکی انتہا نہ ہو جاے گی بلکہ خدا جانے کتنی پشتون تک یہ بیج پھولتا پھلتا رہے گا۔

کیا وہ والدین جو اپنی اولاد کو نعمتون مین پالتے ہین اُن کے لئے ہر قسم کے عیش و آرام کا انتظام رکھتے ہین مگر خود اپنی ماں باپ کی پروا نہین کرتے

اپنی اولاد سے کسی نیکی کی امید رکھ سکتے ہیں ؟

درحقیقت اگر اولاد سے اس قسم کا برتاؤ دیکھا جائے تو یہ خود اُن کا ہی قصور اور "خود کردہ را علاجے نیست" کا مصداق ہے ۔

دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اپنی محنت کے صلہ کا خواہاں نہ ہو لیکن قانع دل کو اگر صلہ نہ ملے تو بھی شکر گزار رہتا ہے ، والدین بھی بچوں کے لئے محنت کرتے ہیں ، اگرچہ ان کی محنت اُس محبت کے باعث ہوتی ہے جو خدا کی جانب سے اُن کے دلوں میں ڈالی جاتی ہے ، اور جس سے زیادہ دنیا میں کوئی محبت کرنے والا نہیں ہوتا ، حتیٰ کہ خداوند کریم کی محبت کے متعلق بھی بہت سی جگہ احادیث میں جو تذکرہ ہے اُس میں یہ ہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت والدین سے بھی زیادہ ہے ، گویا خدا کی محبت کا اظہار اور اُس کا اندازہ کرتے وقت والدین کی ہی محبت سے تمثیل و موازنہ کیا گیا ہے ۔

لیکن پھر بھی وہ محنت تو ہوتی ہے اور وہ امیدیں جو اس محنت کا معاوضہ پانے کے لئے ہوتی ہیں اُن کو اس اَن تھک محنت پر مستقل رکھتی ہیں ، اگر اُن کی امید کے موافق صلہ ملتا ہے تو وہ پھولے نہیں سماتے اور اگر اس کے برعکس ہو تو بھی اُن کے محبت بھرے دِل جو خدا کی جانب سے اُن کے پاس ایک تحفہ ہیں شکر گزار بنائے رکھتے ہیں

اور صلہ نہ ملنے کی وجہ سے جس کی امید نے اُن کو اپنے فرائض پر مستقل بنا رکھا تھا اُن کی محبت زائل نہین ہوتی۔

یہ خلاف امید باتین جو اولاد سے ظہور پذیر ہوتی ہین محض اس کا نتیجہ ہے کہ جب کہ وہ اُن کے بالکل اختیار مین تھے اُس وقت اُنھون نے عقل سے مطلق کام نہین لیا اور اپنے پاک و صاف محبت کو دانشمندی کے خلاف بیجا لاڈ اور پیار سے ملوث کر کے خراب کر دیا۔

اکثر والدین اپنی غلطی پر صبر کر کے رہ جاتے ہین اور سمجھتے ہین کہ ہم بجز دُعا اور شکر کے کیا کر سکتے ہین لیکن مین یہ کہون گی کہ جہانتک اور جب تک ممکن ہو اُن کی اصلاح کی کوشش جاری رکھنی چاہیے اور کسی حالت مین مایوس نہ ہونا چاہیے۔

قرآن شریف مین ہے اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ اس کی تفصیل تو بہت ہے اور اِس موقع پر اتنی گنجائش نہین ہے کہ اُس کے عام مطالب بالاجمال بھی بیان کئے جاسکین تاہم یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مال و اولاد انسان کے لئے بڑی آزمائش ہے۔ مال کو اگر بیجا صرف کرو تو مسرف بنو اور اگر بخل سے جمع کرو تو بخیل کہلاؤ بخیل کی نسبت اگر یہ وارد ہے کہ وہ بہشت مین داخل نہ ہوسکے گا تو مسرف کے لئے ارشاد ہے کہ مسرف شیاطین کے بھائی ہین۔

اسی طرح اگر اولاد کی محبت میں اندھے ہو کر اُن کی راحت و آسایش کے لئے حقوق العباد و حقوق اللہ کی طرف سے آنکھیں بند کر لو گے تو یہی اولاد تمھارے لئے دین و دنیا میں دشمن ثابت ہوگی، اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَ اَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ اور اگر اُن کی طرف سے بے پروائی برتو گے، اُن کی درستی اخلاق اور تربیت کی طرف توجہ نہ کرو گے تو دنیا میں وہ تمھارے لئے سوہان روح اور آخرت میں تمھاری عقوبت کا سبب ہوں گے۔ اچھی طرح یاد رکھو کہ مال و اولاد خدا کی امانت ہے، اس لئے اگر تم امین بننا چاہتے ہو تو اُس کی امانت کی حفاظت کرو اور اس حفاظت سے یہ مطلب ہے کہ تم اُس کے متعلق وہ کل فرائض پورے ادا کرو جو تمھارے ذمہ عائد کئے گئے ہیں اور جیسے کہ بچوں کی پرورش محبت آمیز فرض سمجھکر کی جاتی ہے ویسے ہی اخلاق کی تربیت بھی کرنی چاہئے۔

تم کو اُن کی غذا و لباس اور ضروریات کے لئے کسی قسم کی محنت کرنے میں دریغ نہیں ہوتا اور جوش بھرے ہوئے دل سے مشقت کرتے ہو اور جب اُس مشقت کے نتیجے سے ان کو بہرہ مند ہوتے دیکھتے ہو تو تمھارا دل باغ باغ ہوتا ہے۔ اور بالخصوص ماؤں کی تکلیفات کا جو بچوں کی پرورش میں اُن کو اُٹھانی پڑتی ہیں کوئی اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔

پس جب یہ مشقت سہل و آسان معلوم ہوتی ہے تو تہذیب اخلاق میں

جو محنت کی جاتی ہے وہ تو اِس کے مقابلہ مین زیادہ تکلیف دہ نہین ہے تھوڑے سے ضبط و استقلال، اخلاق حسنہ، اور عمدہ عادتون کے اختیار کرنے کی ضرورت ہے

والدین خود بچّون کے لئے مثال اور نصیحت ہین

یہ تو تمام والدین جانتے ہین کہ چھوٹے بچے اُن کی نقل کرتے ہین اور اُنھین کی نقل نہین بلکہ گھر کے جتنے افراد ہوتے ہین حتیٰ کہ نوکر چاکرون کی بھی نقل کرتے ہین مگر بہت ہی کم ایسے والدین ہون گے جنھون نے اس نقل کے اسباب و نتائج پر غور کیا ہوگا۔

ذرا غور کرنے سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جاے گی کہ بچے نہ صرف کامون اور حرکات کی نقل کرتے ہین بلکہ گھر والون کے خیالات کا نقش بھی اپنے دلون پر قائم کر لیتے ہین اور اس طریقے سے وہ ایک روحانی ورثہ کے خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا وارث ہوتے ہین۔

ایک پروفیسر کا دعویٰ ہے کہ بعض جسمانی اوضاع یا حرکات سے
بچہ کے ذہنی خیالات بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں یہ دعویٰ بالکل صحیح ہے اور
جو والدین عقل سلیم رکھتے ہیں اگر اس بات کا اندازہ کرنا چاہیں تو
کر سکتے ہیں۔

ہانی برس کے بچے کو غور سے دیکھو کہ وہ کیونکر تمھارے حلم،
غصہ، خوف، اور محبت کو سمجھتا ہے اور کس طرح تمھارے خیال اور
خواہش کی کمزوری ضد اور قوت کا اتباع یا تقلید کرتا ہے، اس لئے
یہ بہت ضروری ہے کہ تمھارے حرکات و سکنات تمھارا طرز عمل لب لہجہ
تمھاری نظر تمھارا قدم، تمھارے الفاظ اصول اخلاق پر مبنی ہوں۔

قرینہ، صفائی، طرز گفتگو، کپڑے پہننا، صاف رہنا،
بینہ ون کی ترتیب۔ کھیل کی باقاعدگی، ایفاے وعدہ خوش مزاجی
صداقت، سادہ زندگی کی توقیر وغیرہ ایسی عادتیں ہیں جو کسی کتاب کے
پڑھنے یا سمجھانے یا زجر و توبیخ سے نہیں آتیں بلکہ وہ والدین کے نمونہ
بننے سے پیدا ہوتی ہیں۔

غرض تم کو ان کے لئے ایک مجسم نصیحت یا مثال بنا چاہئے۔
ان کے سامنے اظہار راے کرتے وقت وہ الفاظ استعمال کئے جائیں
اور وہ لہجہ اختیار کیا جاے جس سے عمدہ اثر پیدا ہو، بھدے اور

ثقیل الفاظ ہر وقت زبان سے نکالنے نہایت بُرا نتیجہ پیدا کرتے ہین -
اکثر آدمی نوکرون سے یا معمولی اور روزمرہ کی گفتگو مین ایسے الفاظ استعمال کرتے ہین جو نہایت ثقیل اور فحش کے درجہ تک پہونچے ہوئے ہوتے ہین اور اُن الفاظ کے ایسے عادی ہو جاتے ہین کہ بے تحاشا مُنھ سے نکل جاتے ہین ، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بچون کی زبان پر بھی چڑھ جاتے ہین -
افسوس انہین یہ یاد نہین رہتا کہ والدین کی باتین اور اُن کے حرکات اولاد کے لئے سب سے بڑے معلمِ اخلاق ہین -
اسی کیساتھ یہ بھی خیال رہنا چاہئے کہ اُن کے سامنے جن چیزونکی مذمت یا تعریف کی جاے وہ فی الواقع اُس کے مستحق ہون اور اُس کی تعریف یا ذم سے کوئی مؤثر نتیجہ برآمد ہوتا ہو -
استقلال مزاج ، محنت و مشقت ، اور مستعدی کی تعریف . غصہ ، چڑچڑاپن ، ضد ، اور لالچ کی بُرائی کی جاے .. پھولون ، چڑیوان مناظر ، اور ہر خوبصورت چیز کا ذکر اس طرح کرو کہ اُن کی طبیعت متوجہ ہو اور وہ مفید سبق حاصل کرسکین اپنے خیالات کو بچون پر سادہ طرز اور نرم لہجہ مین ظاہر کرو ، خواہ گفتگو مختصر ہو یا کسی قدر طویل ہو جاے اور کبھی بلا ضرورت سخت لہجہ اختیار نہ کرو ، مگر ان

تمام باتون کے لئے مدارج عمر کا لحاظ بھی ضروری ہے۔

اپنے گذشتہ واقعات اور وہ تجربات جو تم نے اُن واقعات سے حاصل کئے ہین، اگر اُن سے کہنے کے لایق ہون تو موقع بہ موقع سُناتے رہنا چاہئے اور ایسی گفتگو مین جہان تک ممکن ہو مذہبی احکام اور اُن کے حوالون کو ضرور بیان کیا جاے تاکہ اُن کے دل مین مذہب کا وقار اور معلومات مین وسعت پیدا ہو جاے۔

اگرچہ تمام والدین اپنے بچون کے لئے تمثیل مین اور مثالی تعلیم و تربیت بھی بہت مؤثر اور نتیجہ خیز ہے تاہم بالکل تمثیل ہی ہر وقت کارآمد نہین، زبان نصیحت بھی بننا چاہئے، جو باتین خود بخود بغیر قصد و ارادہ حاصل ہو جاتی ہین یا جو باتین محض عادتاً ظہور مین آتی ہین، صحبت اور خیالات کے بدلنے کی صورت مین ان مین تغیر ہو جاتا ہے، صرف وہی خیالات جن کو بالقصد دل مین جگہ دی جاتی ہے اندرونی وسوسون کا مقابلہ کر سکتے ہین، اس پر اطمینان کر لینا کہ صرف مثال اور اتباع سے خود بخود تمام نیکیان حاصل ہو کر راسخ ہو جائین گی ایک بڑی غلطی ہے۔

جن عمدہ باتون کی تقلید بچون سے کرائی جاے، برمحل اور شگفتہ طریقے سے نصیحت کرکے اُن کی عظمت اور وقعت بھی اُن کے دل مین قائم کرنا لازمی ہے، اور بہت تھوڑی توجہ اور ہوشیاری سے اسمین کامیابی ہو سکتی ہے۔

طرزِ عمل کی نگرانی

کسی بات کا بتا دینا اُس وقت تک مفید نہین ہو سکتا ہے جب تک
کہ مناسب طریقہ سے اُس پر عمل نہ کیا جاے ۔

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ بچون کو غسل کرنا کپڑے پہنا، کھانا کھانا،
اور ایسی ہی دوسری باتین ضرور سکھلانی چاہئین اور سکھلائی جاتی ہین
مگر تعجب یہ ہے کہ ان باتون کے طرزِ عمل مین بدرجہ کمال غفلت برتی جاتی ہے
یعنی یہ نہین دیکھا جاتا کہ اُنھون نے اِن باتون کا طریقہ اور سلیقہ بھی
سیکھ لیا ہے یا نہین ، اِسی طرح اچھی باتون کی نصیحت کی جاتی ہے
مگر یہ نہین دیکھا جاتا کہ وہ اُن نصیحتون پر کس طریقہ سے کاربند ہوتے ہین
مثلاً تم نے مثال سے ، فہمائش و نصیحت سے بچے کو مونھ ہاتھ دھونا
سکھا دیا ، اب یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ خود کس طرح عمل کرتا ہے ، تم نے
اُسکو سمجھایا کہ غصہ بُری بات ہے تو اب اس بات کو جانچنا
چاہیے کہ وہ ایسی صورتون مین جب کہ غصہ آتا ہے صبر و تحمل کیونکر
کرتا ہے ۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تم خود بچون سے مشق کراؤ ابتدا مین تم کو معلوم ہو گا کہ وہ مشق کرنے کی قابلیت نہین رکھتے، اور اُن مین اتنا صبر نہین ہو گا کہ وہ ایک بات کو ایک ہی وقت مین بار بار کرین۔ لیکن اگر اُس کام کو نئے نئے اور دلچسپ طریقون سے دکھایا اور کرایا جاے تو بچے اُسے ایک کھیل سمجھین گے اور خوشی خوشی کرین گے روزمرہ کی باتین خود آ جاتی ہین بشرطے کہ تم اُس مین کوئی نیا اور دلچسپ طریقہ شامل کرو اور اُس کی مشق کھیل ہی کھیل مین کرا دو، اگر سبق کی طرح اُس کو تعلیم دوگے تو اُس پر بار ہو جاے گا ✻

مذہب و تربیت

یہ تمام باتین جو ہم نے اب تک لکھی ہین اگرچہ انسانی اخلاق کے بنیادی اصول ہین لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی انسان کبھی نیکو کار نہین ہو سکتا جب تک کہ اُس کا دل نیکی کے نور سے منور نہ ہو اور نیکی کا نور اُسی دل مین ہو گا جس مین خدا کی عظمت اُس کی اطاعت

اُس کا خوف اور اُس کی محبت ہوگی مگر یہ باتین کتابون کے پڑھنے سے نہین آتین علمی تعلیم اور تربیت پر ہی ان کا انحصار ہے اور عملی تعلیم و تربیت کا انحصار خود ہماری مثال اور ہمارے نمونہ پر ہے ، یہ بات تو سب جانتے ہین کہ قرآن مجید آن حضرت صلعم پر نازل ہوا جو تمام بہترین اخلاق اور اعلیٰ اوصاف کا ایک جامع دستور العمل ہے ، آن حضرت نے اس کو اپنی اُمت تک پہونچایا مگر اس طرح کہ خود آپ ان اخلاق و اوصاف کے ایک ایسا مکمل نمونہ بنکر دنیا کے سامنے ظاہر ہوئے کہ آپ کے اقوال و افعال قیامت تک ہمارے لئے چراغ ہدایت کا کام دین گے ، قرآن مجید مین آپ کی تعریف ان الفاظ مین کی گئی ہے کہ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (بے شک تو بڑے خُلق پر ہے) اور خود آپ نے اپنی نسبت فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ محاسن اخلاق کو پورا کردون -

پس یہان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دوسرون مین عُمدہ اخلاق پیدا کرنا چاہے اُس کو خود ایک مثال بننا چاہیے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے ، بچون مین فطری طور پر نقل کا مادّہ ہوتا ہے اور تم نے دیکھا ہوگا کہ جب تم مصلے پر جاتے ہو وہ تمھاری حرکتون کو دیکھتے ہین ، پھر تمھارے پاس آکھڑے ہوتے ہین ، پھر تمھاری طرح رکوع ، سجدہ ، قیام ، وقعود کرتے ہین اگر تم اُن کو

اِن حرکتون کا تمسخر نہ اُڑاؤ ، اُن کو تماشہ نہ بناؤ بلکہ اُن کو پیار کرو ، شاباش دو ، اُن کو ترغیب دلاؤ ، اُن کو سمجھاؤ کہ جو چیز ہم کو ملتی ہے وہ خدا دیتا ہے ، وہ ہم کو بہت پیار کرتا ہے اور ہماری اِن باتون سے خوش ہوتا ہے ، تم اُن کی معصوم زبانون سے خدا کا نام پیار اور عظمت کے ساتھ نکلواؤ ، کلمہ سکھاؤ ، اُس کو سمجھاؤ نماز یاد کراؤ اور پھر اُس کو نماز کا پابند بناؤ تو دیکھو کہ اُس کا دل کیسا منور ہوگا ، اُس مین صفائی جسم و لباس کا خود بخود خیال پیدا ہو جائیگا وقت کی پابندی کرنے لگے گا ، اطاعت کا مادہ ترقی کر جائے گا یہان تک کہ وہ دس سال کی عمر مین جب کہ اُس پر نماز واجب ہو جائے گی اس فرض کو باقاعدہ ادا کرنے کا عادی ہو جائے گا۔

تم کو ہمیشہ یہ امر بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ابتدا سے ہی آنحضرت کے حالات اُن کو سناؤ اور جب وہ خود پڑھنے کے قابل ہو جائین تو اُن کو ایسی کتابون کے پڑھنے کی طرف مائل کرو جن مین آنحضرت کے صحیح حالات ہون ، تاکہ ابتدا ہی سے اِن کے دل مین آپ کی عظمت قائم ہو اور آپ کی مثال سے فائدہ حاصل کرین ، خود قرآن شریف مین ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ بے شک تمہارے لئے رسول اللہ مین ایک نیک پیروی ہے ۔

مین نہین جانتی کہ وہ والدین جو بچون کے نماز روزہ کی طرف سے بالکل بے پروا ہین یا جن کے بچون کا کبھی خدا کے سامنے سر نہین جھکتا حشر کے دن خدا کو کیا جواب دین گے۔

مذہبی روح پیدا ہونے کا زمانہ ۳ سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے اور وہ اسی طرح ہوتا ہے کہ بچے اپنے گھر مین اِن باتون کو دیکھے اور اِن پر غور کرتے ہین اور اُن کے غور مین والدین اور بالخصوص مائین امداد دیتی ہین، جن گھرون مین یہ باتین نہین ہوتین یا جو مائین اس طرف توجہ نہین کرتین اُن کے بچے گو ابتدا مین نیک ہون لیکن ہمیشہ نیک نہین رہ سکتے اور خدا کی توفیق اُسی وقت شامل حال ہوگی جب پہلے تم خود نیک ہو اور پھر خدا سے اُن کے نیک ہونے کی دُعا کرکے نیک بنانے کی کوشش کرو، تم کو چونکہ بہت موقعے نیک و بد کی تمیز کے ملے ہون گے اور تم نے دنیا کی بہت سی غداریون کے حالات دیکھے سُنے ہون گے اور اُن سے نتائج بھی اخذ کئے ہون گے اس لئے ہر شیب فراز اور حسن و قبح کو اچھی طرح سمجھا ہوگا اور اب موقع ہے کہ تم اپنے تجربات کو ضائع نہ کرو بلکہ اُن سے فائدہ اُٹھاؤ اور اُن معصوم و عزیز بچون کو جو تمھارے دلون کی ٹھنڈک ہین فائدہ پہونچاؤ اور اُس دن سے ڈرو جب کہ قیامت کے دن

تم کو جواب دہی کے لئے حاضر ہونا پڑے گا کیونکہ حدیث شریف مین ہے کہ والدین سے اولاد کی نسبت پرسش ہوگی

چند ضروری ہدایات

۱۔ بچّون کے لباس ، اُن کی صورت اور اُن کی چیزون کی کسیطرح کبھی تعریف نہین کرنی چاہئے کہ اُن مین عجب وشیخی پیدا ہو جاوے۔

۲۔ جو چیزین کہ ہر وقت کام مین آنے والی اور مشترک ضرورت کی ہوتی ہین اُن کو مشترک رکھا جاوے اور بغیر کسی مجبوری کے کسی ایک بچہ کے لئے مخصوص نہ کی جائین ، البتہ جو چیزین کہ خصوصیت کے ساتھ نامزد ہونی چاہئین وہ بے شبہ بغیر شرکت کے رکھی جائین۔

۳۔ اکثر بچے گر پڑتے ہین اُس وقت مان باپ وغیرہ جس چیز سے ٹھوکر لگی ہو اُس کو مارتے ہین یا یہ کہتے ہین کہ اُٹھ بیٹھو چیونٹیان مرگئین ، یا دیکھو تم نے چیونٹیان ماردین ، اگرچہ اس سے بچہ کو تسکین ہو جاتی ہے اور بچہ زیادہ نہین روتا لیکن یہ غلطی ہے کیونکہ اُس سے برداشت کی طاقت سلب ہوتی ہے ، اِس سے تو ایسے الفاظ

کہنے چاہئین جن مین تاثیر بھری ہوئی اتسلّی ہو وہ خطرے کو سمجھے اور اُس کو برداشت کرنے کی ہمّت و جُرات پیدا ہو اور چھوٹی چھوٹی تکلیفون کو خیال مین نہ لائے۔

۴۔ بہت سے بچے گہوارہ ہی سے دوسرون کو مارنے اور نوچنے کی مشق کرتے ہین، والدین، بڑے بہن بھائی، دادی نانی خالہ، پھوپی اور دوسرے عزیز اس حرکت پر قہقہے لگاتے ہین خوش ہوتے ہین، اور تماشہ بنا لیتے ہین۔ ماؤن کو یاد رکھنا چاہئے اور اپنے کنبے اور برادری اور عزیزون کے بچون پر غور کر لینا چاہئے کہ اس تماشہ اور لاڈ پیار کے کیا نتایج دیکھنے مین آرہے ہین اور بچون مین کس طرح ضد اور لڑائی کا مادہ پیدا ہو گیا ھے، یقیناً عقلمند مان کبھی پسند نہ کریگی کہ اس تماشہ کی بدولت اُس کے بچے مین ضد اور دوسرون کو ضرر پہونچانے کی خصلت پیدا ہو جائے۔

۵۔ بچون کا مچلنا، ضد کرنا، ذرا ذراسی بات پر رونا ہمارے گھرون مین معمولی بات ہے اور اس سے جو نتیجہ نکلتا ھے اُس کو بھی مائین سمجھتی ہین مگر ایسی سمجھ کو کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان باتون کا تدارک نہین کرتین بچے نے جہان ذرا ضد کی فوراً پوری کر دی جس بات سے رُویا اُسی وقت اُس کی تعمیل ہو گئی، اب نتیجہ یہ ہوتا ھے کہ تمام عمر

کے لئے مائین بچون کی زر خرید کنیز کے مانند ہو جاتی ہین ، میرے نزدیک تو جائز خواہشین کبھی حد پر پوری نہ کی جائین ۔

۶ ۔ مکاری اور جھوٹ ایسی خصلتین ہین جو بہت جلد بچون مین سرایت کر جاتی ہین ، مثلاً بچہ تماشہ کر رہا ہے اُس کو دوپٹے سے چھپا کر یہ کہنا کہ میان نہین ہین باہر گئے یا کسی چیز کو چھپا کر اُس سے یہ کہنا کہ کوا لے گیا ، بظاہر تو یہ بہت خفیف اور معمولی بات ہے مگر دراصل یہ ایک ایسا بیج ہے جو کسی وقت بڑا تناور درخت ہوگا ، جس کے ہر ہر پتے پر ایک بُری عادت نظر آئے گی ؛ یہ فطری قاعدہ ہے کہ جس طرح ایک اچھی عادت سے خود بخود بہت سی اچھی عادتین پیدا ہو جاتین ہین اُسی طرح بُری عادت بھی ہزارون بُری عادتون کا تخم ہے ✤

مشاغل کا انتخاب

ہوشیار والدین کا ایک اہم فرض یہ بھی ہے کہ وہ بچوں کے لئے ایسے مشاغل مہیا کریں جن سے اُن کو اخلاقی سبق حاصل ہوں ۔ اُن کے اعصاب جسمانی مضبوط ہوں ، ان کے دماغی قوئی میں ترقی اور طبیعت میں شگفتگی پیدا ہو۔

کپڑے پہننا ، اُتارنا ، غسل کرنا ، کھانا ، سیر کرنا ، چلنا پھرنا ، سونا ، معمولی مشاغل ہیں ، لیکن والدین کی تھوڑی سی توجہ سے بچوں کو اُن مشاغل میں سلیقہ حاصل ہوسکتا ہے ، اُن کی صحت اور اُن کے دماغ پر بہترین اثر پڑسکتا ہے وہ وقت کے پابند ہوسکتے ہیں ، اور ان مشاغل کی اہمیت کو پہچان سکتے ہیں۔

بچوں کو ایسی ورزش کرانا جس سے اُن کے ہر ایک عضو پر اثر پڑے ایک مفید مشغلہ ہے ۔

سونے میں بھی وقت صرف ہوتا ہے ، اگر اُس میں تعیُّن اوقات کا خیال رکھا جائے تو صحت کا اعلیٰ ذریعہ ہے تفاوت عمر کے ساتھ سا تھ

ان مشاغل کے اوقات مین بھی تبدیلی ہوتی رہتی ھے ، اس لئے چاہئے
نہ وہ اس تفاوت کو ملحوظ رکھکر طرز نگہداشت مین بھی تبدیلی کرتے رہین
جب بچے گھر کے اندر رہین تو اُن کے کھیلنے اور رہنے کے کمرے
آرام دہ ہون اور چیزین اس طور پر با قاعدہ رکھی جائین کہ بچون کو انکے
خراب کرنے یا توڑنے یا دوسری شرارت کا موقع نہ ملے ، ایک بچہ
جو نہایت ذہین تھا مگر اُس کے مشاغل کی طرف والدین کی توجہ نہ تھی
ہمیشہ چیزون کو توڑا پھوڑا کرتا تھا جس سے ہر ہفتہ کچھ نہ کچھ والدین کو
مالی نقصان پہونچ جاتا ، ایک مرتبہ وہ دیا سلائی سے کھیل رہا تھا اور جلا جلا کر
پھینک رہا تھا ، اتفاق سے کمرہ کے پردون مین جلتی ہوئی دیا سلائی جا لگی
جس سے پردون مین آگ لگ گئی اگر فوراً نہ بجھا دی جاتی تو خدا جانے کس قدر
نقصان ہوتا ۔

اسی بچے کی مثال پر موقوف نہین روزمرہ والدین کی بے توجہی سے
ایسی مثالین دیکھنے مین آتی ہین ۔

اَب ایک دوسری مثال لیجئے ایک باپ (کاش بجائے باپ کے
مان کا لفظ آتا) اس طرح تربیت کرتا ھے اور ایسے مشاغل مین مصروف
رکھتا ھے جن سے بچون کے اخلاق سُدھرتے ہین وہ ضبط اوقات کے
خوگر ہوتے ہین اپنی چیزین سنبھال کر رکھتے ہین ، اس شریف آدمی کے

چار بیٹے ہین اُس نے سب سے بڑے بیٹے کو خود تعلیم مین مدد دی اور اُس بڑے بیٹے نے اپنے اوقات فرصت مین اولاً باپ کی خوشی کے لئے اور پھر فرض سمجھکر چھوٹے بھائی کی تعلیم و تربیت مین مدد دی اور پھر یہ سلسلہ قائم ہوگیا ۔ اب اُن کے مشاغل دیکھئے اوقات تعلیم کے علاوہ وہ کھیلتے ہین ، باپ کے ساتھ ہواخوری کو جاتے ہین کھلے میدانون مین پھرتے ہین ، گھر مین جو پھولون کے درخت اور خوشنما پودے ہین ، دلچسپی کے ساتھ اُن کی نگرانی کرتے ہین اُن مین سے دو چھوٹے بچون کا کمرہ دیکھئے اول تو آپ کو ایک مُصفا فرش نظر آئے گا ، کمرہ مین دیوار جالے وغیرہ کا نشان نہ ملے گا ، سب سے پہلے آپ کی نظر دیوارون پر پڑیگی ، جن پر آپ کو قوم ، ملک اور دنیا کے مشاہیر اور اُن لوگون کی جن کو وہ عزیز رکھتے ہین تصاویر نظر آئینگی ، پھر آپ ایک طرف کچھ آرائشی چیزین دیکھینگے دوسری طرف اُن کے کھیلنے کا سامان رکھا ہوگا اس کے بعد آپ چھوٹی چھوٹی الماریون کو دیکھینگے جو اُن بچون کا مختصر کتب خانہ ہوگا ، الماریون کو کھولنے کے بعد کتابین مجلد اور قرینے سے رکھی ہوئی پائی جائینگی ۔ اسی کے ساتھ اُن کتابون کی ایک فہرست بھی آپ دیکھ سکتے ہین اب آپ کو وہ سامان نظر آئے گا جو سب سے چھوٹے بچہ کا مخصوص سامان ہے یعنی "کنڈرگارٹن" کا ۔ بچون کو دیکھئے تو گو لباس معمولی ہے مگر نہایت صاف

ستھرا کہین داغ دھبہ کا پتہ نہین ، غرض ہر چیز اُن کی قاعدہ اور قرینے سے لگی ، یہ سب اُس توجہ کا نتیجہ ہے جو اُن کے لئے مشاغل مُعیّن کرنے مین کی گئی ۔

جب ایک سے زائد بچے ہون تو ایسے مشاغل ہونے چاہئین جن مین سب ملکر حصہ لین ، مگر یہ خیال رکھنا چاہئے کہ تھوڑی سی ہنسی اور دلچسپی کے لئے نہ ہون بلکہ بکار آمد اور مفید ہون ۔

اُن کے لئے ایک "ٹائم ٹیبل" بنایا جائے جس مین اوقات کی تقسیم ہو اور مشاغل بلحاظ موسم و وقت معین کئے جائین ، حساب اللسان ، (زبانی حساب کتاب) کے سہل اور آسان گُر سکھانے ، اخلاقی کہانیان سنانی ، مُلکی اور قومی نظمین یاد کرانی بہت دلچسپ اور مفید مشغلے ہین تجارت سے دلچسپی پیدا کرنے کے لئے سوداگری کا کچھ مختصر مصنوعی سامان ضرور ہونا چاہئے ، کیونکہ ہندوستانی اور خصوصاً مُسلمان بچون کے لئے ابتدا سے تجارت کے ساتھ دلچسپی پیدا کرانا اشد ضروری ہے ۔

تجارت سے مسلمان جس قدر غافل ہوئے ہین اور انہون نے اس معزز پیشہ کو جیسا ترک کیا ہے اُس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے تجارت وہ شریف پیشہ ہے جس کو رسول مقبول صلعم نے اختیار کیا ،

خدا نے اس پیشہ مین برکت دی اور مسلمانون نے تجارت کے ذریعے نہایت اعلیٰ ترقیان حاصل کین ۔ مسلمان تجار جہان گئے اپنے ساتھ اسلام اور علم و حکمت لیکر گئے ، آج دنیاے اسلام کا بڑا حصہ اُن ہی تجار کی نسلون سے آباد ہے ، اور اس وقت بھی جن مسلمان قومون مین تجارت ہے وہ آسودہ اور خوش حال ہین ، اور اگر بہ نظر غور دیکھا جاے تو اس وقت تو دنیا پر تجارت حکمرانی کر رہی ہے ، حتیٰ کہ سلطنتین محض تجارت کی بدولت مضبوط ہوتی ہین ۔

اسکول کے طلبا ، چٹھی رسان ، انجن ڈرائیور ، فائرمین ، پولیس کے ملازم ، ڈاکٹر ، مجسٹریٹ ، محافظ جان ، مزدور ، وکیل ، و بارسٹر بننا لڑکون کے لئے اچھے کھیل ہین

قصے کہنا ، یا قوم کے اعلیٰ مصنفین کی روایات پڑھنا ، انبیاے کرام اور اولیاے عظام کے حالات سنانا قوم کے رہنماؤن اور قومی کام کرنے والون کے واقعات بیان کرنا اپنے قومی خصائل اور قومی روایات کا تذکرہ بھی بہت نتیجہ خیز ہے ، اگر بچے اخبارات پڑھ لیتے ہین تو اُن سے روزمرہ کے تازہ واقعات پر گفتگو کرائی جاے ۔

ایسے مشاغل بھی ضرور ہون جن سے ہر قسم کے حالات معلوم ہون کمرہ کی دیوارون پر ایک نقشہ دُنیا کا ہو ، ایک یورپ کا ایک ایشیا

وہ ایک ہندوستان کا ایک یا چند ایسے بھی نقشے ہون جن مین اسلامی ممالک دکھائے جائین، اسی طرح جغرافیہ کی ضروریات پوری ہو جائین گی۔

کمرہ مین تصاویر کے انتخاب مین خاص سلیقہ کی ضرورت ہے، خوشنما مناظر کے فوٹو ہون یا اُن لوگون کی تصویرین ہون جو ملک و قوم کے رہنما ہون یا جنہون نے اپنی دولت اور وقت و قابلیت کا ایثار کر کے فائدہ پہونچایا ہو، اسی قسم کے البم بھی کمرہ کی میز پر ہون، اور ان تصاویر کے نیچے اُن لوگون کے مختصر حالات لکھے ہوے ہون، ایسی تصاویر سے بچون کے دلون مین اولوالعزمی، ہمدردی اور ایثار کا مادہ پیدا ہوگا، اُن تصویرون کو بچون کے ڈرائنگ روم مین ہرگز نہ لگانا چاہئے جن سے کوئی اخلاقی شر نہ پڑتا ہو خواہ وہ اپنی صنعت کا کیسا ہی اعلیٰ نمونہ کیون نہ ہون۔

تصویر کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، بعض محتاط اور متقی یہ کہتے ہین کہ چونکہ ابتداءً اکابر قوم کی یاد تازہ رکھنے کے لئے تصاویر اور مجسمون کی بنیاد پڑی اور پھر اُن کی عظمت مین غلو کیا گیا اس طرح اصنام پرستی اور شرک تک نوبت پہونچ گئی، بعض اس مین کچھ حرج نہین سمجھتے کیون کہ وہ کہتے ہین کہ شرک و بُت پرستی کا خیال بھی پاس نہین آتا اور نہ تصاویر کی تعظیم ایسی اور اس طرح کی جاتی ہے کہ اُس سے اس قسم کا نتیجہ نکل سکے اور وہ اس روایت پر استدلال کرتے ہین کہ حضرت عائشہؓ بچپن مین

گڑیون سے ہمیشہ کھیلتی تھین ، ایک مرتبہ آن حضرت صلعم نے اُن گڑیون کو ملاحظہ فرمایا اُن مین ایک گھوڑا بھی تھا جس کے پر لگے ہوے تھے آپ نے ارشاد کیا کہ یہ گھوڑا کیسا ہے جس کے پر ہین ؟ حضرت عائشہ نے کہا کہ "کیا حضرت سلیمانؑ کے وقت مین گھوڑون کے پر نہین ہوتے تھے" یہ جواب سُنکر آن حضرت صلعم مُسکرانے لگے ۔

بہرحال تصاویر کے مسئلہ مین مذاق طبیعت کو بھی دخل ہے لیکن یہ امر یقینی ہے کہ انبیاے کرام اور اولیاے عظام کی تصاویر کا رکھنا بے شک اچھی بات نہین ہے اور ضرور خطرناک ہے ، عام تصاویر سے زیادہ سے زیادہ تزئین و آرائش مقصود ہو سکتی ہے ، مگر ان تصویرون کے ساتھ مذہبی عظمت وعقیدت کا ہونا یقینی ہے ، یہی عقیدت بڑھتے بڑھتے تمثال پرستی اور پھر بُت پرستی تک پہونچ جاتی ہے ، اس کے علاوہ ان بزرگون کی تصاویر بھی یقینی نہین محض خیالی اور فرضی ہوتی ہین اور بعض وقت اِس قسم کی تصاویر دیکھنے مین آتی ہین جن سے محسوسات قلب کو صدمہ پہنچتا ہے جیسے انگلستان کی نمائش مین آن حضرت صلعم کی ایک تصویر کی نسبت بعجہ حال مین ایک اخبار مین دیکھا گیا ہے ، بہرحال انتخاب تصاویر مین طبیعت اور مصلحت کا لحاظ ضروری تصور کرنا چاہئے ۔

خاصیت اشیا کے بیان کی کتابین ہون اور ان کے ساتھ عجیب

بجنین پلیٹین بھی ہون ، کچھ چیزین جانورون چڑیون اور پودون کے متعلق
ہون ، انسان کے جسم کا اگر ڈھانچ ہو تو اور بھی بہتر ہے۔
نقشہ کشی کا سامان کھریا ، پنسل ، کاغذ ، اور ڈرائنگ کی ابتدائی
نمونون کی چیزین بھی ہون ،
خُردبین ، دوربین ، مقناطیس کا ٹکڑا اور ایک نقشہ آفتاب اور
اُس کے گرد پھرنے والے اجسام کا ہونا چاہئیے ، لیکن ہمارے بچے
اپنی مادری زبان مین ان چیزون سے کیونکر فائدہ اُٹھا سکتے ہین ،
ہان تعلیم یافتہ اصحاب توجہ کرین تو کچھ مشکل نہین۔
جہان تک ممکن ہو سال مین ایک مرتبہ عجائب خانون ، تصویرخانون
اور ان باغون مین جہان جانور رکھے جاتے ہین لے جانا چاہئیے۔
بچون کو وہ قومی انسٹیٹیوشن یعنی درسگاہین وغیرہ بھی دکھلانی چاہئین
جو کسی شخص کی فیاضی یا قوم کی متفقہ امداد و اعانت سے قائم ہوے ہون۔
اس بات کا انتظام بھی ہونا چاہئیے کہ جن کارخانون مین صفائی
اور حفظان صحت کا اہتمام ہے اُن کو اور دوسری کاروبار کی جگہون کو بھی
دکھین ، خصوصاً جس جگہہ عوام کے صرف کی چیزین بنائی جاتی ہین
جیسے کپڑون کی کلین ، جوتون کا کارخانہ ، مطبع وغیرہ۔
بڑے بچون کو سائنس اور کمسٹری (علم کیمیا) وغیرہ کے تجربون

کی جگہیں بھی رکھنی چاہئیں ۔

بچوں کی خاطر سے اگر طوطے ، مینا ، بلی ، اور ایسے ہی پرند اور پالتو جانور گھر میں پالے جائیں تو اچھی بات ہے ، ان سے بچوں کی سمجھ بڑھے گی حلم اور نیکی کرنے کی عادت ہوگی ۔

کیاری کھیل وغیرہ بھی اُن کو متوجہ رکھنے اور احتیاط سکھانے کے لئے اچھی چیزیں ہیں ۔

نماز جمعہ کے لئے ہمیشہ اپنے ہمراہ مسجد جامع میں لے جانا چاہئے ۔

محدود اور مختص مشاغل کا فائدہ بہت ہے ، اور ایسے مشاغل سے بچوں کی حالت میں بتدریج ترقی ہوتی ہے ، اور اُن میں سستی نہیں آتی اور اُن کو آسانی کے ساتھ تعلیم اور پیشوں سے دلچسپی ہو جاتی ہے ۔

یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح سے باقاعدہ کام جو اون کے حق میں مفید ہوتا ہے اُسی طرح بچوں کے لئے باقاعدہ تربیت کے ساتھ کھیل بھی فائدہ دیتا ہے ۔

اسی سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ بچوں کو سکون حاصل کرنے کے لئے تنہائی کی بھی اُسی طرح ضرورت ہے جس طرح کہ تنہائی میں طبیعت اوکتا جانے سے ہمجولیوں یا دوسروں کے موجود ہونے کی ضرورت ہوتی ہے ، پس اُن کے لئے ایک کمرہ تنہا آرام کرنے کا ہو

اور جب وہ کھیل یا مشاغل سے تھک جائیں تو اُن کو خاموشی اور سکون کا موقع دیا جاے۔

ہمیشہ بچون کو اس بات کی بھی ترغیب دی جاے کہ وہ دوسرون کے محتاج نہ بنین بلکہ رہنمائی کرین ، اور جو اُن سے بہتر ہون اُن کی تقلید کرین۔

لڑکیون کے لئے مخصوص گڑیون کا وہی پُرانا کھیل جو تمام شریف خاندانون مین رائج تھا کسی قدر اصلاح کے ساتھ سب سے بہتر مشغلہ ہے۔

اس کھیل سے عملی طور پر خانہ داری کے اصول کی تعلیم ہوتی ہر اس مین اُن کو سینے پرونے پکانے اور گھر کی چیزون کے رکھنے کا قرینہ اور سلیقہ آجاتا ہے ، لیکن گڑیون کے کھیلنے مین اس کی بہت ضرورت ہے کہ ایک دو بڑی بوڑھی عورتین بھی اس کھیل مین شریک رہین ورنہ بعض وقت گڑیون کے کھیل مین بیہودہ باتین بچے سیکھتے مین ، گڑیون کا کھیل جس قدر سلیقہ سکھانے کا باعث ہوتا ہے اُسی قدر عدم احتیاط اور اچھی ہم جلیسون کے نہ ہونے سے خرابیان بھی پیدا کرتا ہے ۔

عادت کے قائم ہونے کا زمانہ

پیدائش کے وقت سے کچھ روز بعد تک بچہ ایک ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ نہ اس کو کوئی خواہش ہوتی ہے اور نہ اپنی کسی ضرورت کے پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس زمانہ میں اس سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کو نہیں کہا جا سکتا اور نہ وہ اثبات و نفی کے مفہوم کو سمجھتا ہے۔ اُس کی ضرورتیں ہوتی ہیں مگر نہ وہ ان سے واقف ہوتا ہے نہ ان کے اظہار پر قدرت رکھتا ہے۔

چند ماہ کے بعد اُسے ان خواہشوں کا احساس ہونے لگتا ہے، مگر وہ بیان نہیں کر سکتا اُسے بھوک، پیاس، گرمی، سردی معلوم ہوتی ہے چوٹ لگتی ہے، درد کی تکلیف پہونچتی ہے۔ بیماری سے بے چینی ہوتی ہے مگر بجز رونے کے کچھ نہیں کر سکتا، لیکن اُن وجوہ کو آسانی کے ساتھ دریافت کیا جا سکتا ہے اور یہ وجوہ ہر وقت معمولی سمجھ کی ماؤں کے پیش نظر رہتے ہیں، مثلاً نیند آنا، گرمی سردی معلوم ہونا، بے آرام و بے چین ہونا غذا کی خرابی یا بے اعتدالی، کسی چیز کا جیسے پسو، مچھر وغیرہ

کاٹنا، کپڑے کا تنگ ہونا، چوٹ لگنا درد ہونا وغیرہ وغیرہ۔

کبھی وہ چاہتا ہے کہ کوئی اُس کو اُٹھا لے؛ کبھی اُس کا مقصد ہوتا ہے کہ وہ اُتار دیا جائے کبھی اُس کا دل چاہتا ہے کہ اُس سے کوئی بات کرے، کبھی وہ کسی شغل کو ڈھونڈھتا ہے، کبھی وہ ڈر جاتا ہے یا تھک جاتا ہے، کبھی میلے کچیلے ہونے کی وجہ سے، کبھی بیماری کے سبب سے وہ سست ہو جاتا ہے۔

جب بچہ سوا سال یا ڈیڑھ سال کی عمر کو پہونچتا ہو تو وہ اپنی جسمانی حالتوں اور ضرورتوں کے احساس کے ساتھ ساتھ اُن کے اظہار پر بھی کسی قدر قادر ہو جاتا ہے۔ اُس کو تھوڑے سے الفاظ معلوم ہو جاتے ہیں جن سے وہ اپنے بہت سے کام نکالتا ہے وہ کسی قدر اُن باتوں کو بھی سمجھنے لگتا ہے جو اُس سے کرنے کو کہی جاتی ہیں اور اُن کے مطابق عمل بھی کرتا ہے پھر بتدریج ان تمام باتوں میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔

یہی زمانہ ہے جس میں عقلمند اور ہوشیار مائیں اپنا ارادہ اُس کی آیندہ زندگی کے متعلق قرار دیتی ہیں۔

یقیناً ہر نیک اور تعلیم یافتہ ماں کا یہی ارادہ ہوگا کہ اُس کا بچہ سلیم الطبع، صالح اور قابل ہو وہ دنیا کا نامور شخص بنے، اُس کے اخلاق دوسروں کے لئے نمونہ ہوں، اُس کے دل میں مذہب، قوم اور

ملک کی عظمت ہو، وہ اپنے بادشاہ کا مطیع، قانون و حکومت کا فرمان بردار
اور ایک محنتی و فیاض طبع آدمی ہو۔

چونکہ اس عمر میں وہ اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ جو تم اس سے کرنے کو کہو اس کو پورے طور پر سمجھ سکے، اور اگر سمجھ بھی لے تو اس کے مطابق پوری طور سے عمل کر سکے۔ اس لئے عقلی تعلیم ہماری بحث سے خارج ہے۔ صرف تربیت سے بحث کرنا مقصود ہے۔

ہاں تین برس کی عمر ایسی ہے جس میں ماں کو لازم ہے کہ اپنے ارادوں کی بنیاد قائم کر دے، کیونکہ اسی وقت بچہ کی آئندہ زندگی کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ اس وقت جو چاہے کر سکتی ہے جن باتوں کو خود پسند کرتی ہو ان کا اس کو بھی پابند بنا سکتی ہے، اور بچہ کی اس پابندی کی وجہ سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتی ہے، ایک سیانے لڑکے کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ہماری مرضی کا پابند ہو۔ وہ جس بات میں خوش ہوگا اسی کو کرے گا، اور جو شان اپنے لئے قائم کرے گا اس کا پیرو ہوگا، لیکن چھوٹے بچے اسی بات میں خوش رہ سکتے ہیں جس میں تم ان کو خوش رکھنا چاہو، اور اسی نظیر کی پیروی کریں گے جو تم ان کے سامنے پیش کر دو۔

بچوں کی آئندہ زندگی سدھارنے کی کوششوں میں کامیابی کا سب سے اہم راز یہ ہے کہ تم اس بات کو سمجھ لو کہ اس بچہ میں کس قسم کی استعداد ہے،

جب اُس کی طبیعت اور رجحان سے واقفیت ہو جاے گی تو آسانی کو ساتھ اپنے ارادون کے مطابق اسی شاہراہ پر چلایا جاسکیگا جو ایک کامیاب اور بامراد زندگی کے لئے اختیار کرنی ضرور ہے ۔

اس ابتدائی زمانہ مین یہ مقصد رہنا چاہئے کہ بچہ اچھی عادتین اختیار کرے اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے تمہارے مؤثر برتاؤ کی ضرورت ہے، اور یہ برتاؤ اُس وقت مؤثر ہو سکتا ہے جب اُس کی رجحان طبیعت سے پوری واقفیت حاصل کر لی گئی ہو ۔

جس بچہ کی ابتدائی تربیت بُری ہوتی ہے سرزنش کرنے سے اُس کی خراب عادت نہین چھوٹتی بلکہ اور مستحکم ہوتی چلی جاتی ہے ، اور اگر تربیت اچھی ہوتی ہے تو ایک اچھی عادت سے دوسری اچھی عادت پیدا ہوتی ہے ، اور رفتہ رفتہ خود بخود عمدہ عادتین پیدا ہوتی چلی جاتی ہین اس لئے ابتدائی تربیت مین ماؤن کو نہایت ہوشیاری اور مؤثر طریق پر اُن کی عادات کی نگہداشت رکھنی چاہئے ۔

ہر بات مین پابندی اوقات کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے اور اگر بچہ ابتدا ہی سے پابند اوقات ہو جاے تو جو بیش بہا فوائد اُس کو آیندہ زندگی مین حاصل ہون گے ، اُن سے اگر قطع نظر بھی کر لیا جاے تو بھی کیا کم ہے کہ بچہ کی تمام حاجتین وقت پر رفع ہوتی رہین گی ، جسمانی اور

اخلاقی کمزوری کی روک بھی ہو جاے گی اور رفتہ رفتہ یہ عادت اُس کی طبیعت ثانیہ بن جاے گی ، اور جون جون سمجھ آتی جاے گی اپنی خواہشون پر آسانی سے قابو حاصل کرنے پر قادر ہوتا جاے گا ۔

پابندی اوقات جس قدر بظاہر مشکل کام معلوم ہوتا ھے اُسی قدر آسان ھے بشرطیکہ شروع ست اُس کا خیال رکھا جاے ، حتیٰ کہ پہلے ہفتے سے ہی بچہ کو پابند اوقات بنایا جاسکتا ھے ، اور اس وقت کی پابندی ست بہت سی آسانیان پیدا ہو جاتی ہین ، پابندی اوقات کے ذیل مین وقت پر سونے اور اٹھنے کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ھے ۔

دو سال سے پانچ سال تک کے بچہ کو ضرور دن رات مین گیارہ یا بارہ گھنٹے سُلانا چاہئے ۔

غذا کے اوقات بھی معین رہین اور خلاف اوقات ہرگز کوئی چیز نہ دی جاے اور ڈہائی برس کی عمر سے اپنے ہاتھ سے کھانے کا عادی بنایا جاے ، غسل کا جو معمول ہو اُس کو ہمیشہ پورا کیا جاے ، تقریباً ہر موسم مین دن بھر مین کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ تک اوقات معینہ پر میدان مین ورزش یا ہوا خوری کرانی چاہئے ۔

تبدیل لباس کے اوقات بھی حیثیت کے مطابق معین کئے جائین ، صاف ستھرے رہنے کی ترغیب دی جاے ، مگر بہت گرم لباس کا عادی

نہ کیا جائے ورنہ اُن کے جسم کمزور ہو جائینگے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ پالا پڑ جائے اور گرم لباس نہ دیا جائے ۔ اگر اس عمر سے پوری احتیاط کے ساتھ روزانہ غسل کا عادی بنا دیا جائے تو بہت مناسب ہے ، ورنہ چوتھے روز تو لازمی غسل کرانا چاہیے اور جہان تک ممکن ہو ٹھنڈے پانی سے غسل کی عادت ڈلوائی جائے تاکہ اُن کے اعصاب مین قوت پیدا ہو۔

تولئے اور رومال کا استعمال بھی سکھانا چاہیئے کھانے سے پہلے ہاتھ اور مونھ دھونے کی عادت بھی ڈلوانی ضروری ہے ، اُس کو سوتے سے اُٹھنے کے بعد اور سونے کے وقت عادی بنایا جائے کہ وہ بڑون کو سلام کریں۔ انگریزون مین مختلف اوقات کے سلام رائج ہین ، ہمارے یہان عرب مین بھی صبح و شام اور رات کے سلام موجود ہین ۔ فارسی مین بھی متفرق اوقات کے سلام پائے جاتے ہین ، لیکن ہماری تہذیب مین اُن سلامون کو دخل نہین ہے اور اُن کی جگہ آداب و کورنش و تسلیم نے لی ہے ، کاش ہم اُن ہی اسلامی تہذیب کے سلامون کو رائج کرین یا "اَلسَّلَامُ عَلَیکُم" کو جو سب سے بہتر سلام ہے اور جو شعائر اسلام مین داخل ہے اور جس مین ایک سادگی اور دُعا ہے اختیار کرین ۔

عموماً ہمارے یہان ہندوستان مین نوکرون کے ساتھ تہذیب کا برتاو مطلق نہین ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ ہم کو نوکر بھی مہذب نہین ملتے

اور اُن کی بد تہذیبی کی وجہ سے آرام نہین ملتا ، اگر ہم خود اُن کے ساتھ تہذیب کا برتاؤ کرین تو وہ بھی مہذب ہون گے ، روزمرہ دیکھنے مین آتا ہی کہ بچے نوکرون سے بہت خلاف تہذیب پیش آتے ہین ، وہ بمشکل تمام کوئی ایسا خاندان ہوگا جو ان باتون کا خیال رکھتا ہو ورنہ عموماً نوکرون کو نوع انسان ہی تصور نہین کیا جاتا اور مثل مویشی کے سمجھے جاتے ہین۔

بچون کو اس بات کا عادی بنانا چاہیے کہ وہ ان سے تہذیب کے ساتھ برتاؤ کرین اور اُن سے جب کسی کام کو کہین تو ایسے نرم لہجہ سے کہین جس سے نوکر کا دِل خوش ہو جاسے۔

اِس نرمی لہجہ کا اثر یہ ہوگا کہ نوکر کو خود بخود اُس کے آرام کا خیال ہو جائے گا اور دل مین شکرگذاری پیدا ہوگی ، اُن کو سکھانا چاہیے کہ وہ اپنی کھلائی اور انا کا ادب کرین اور جب انا یا کھلائی اُن کی کسی ضرورت کو پورا کرین تو اظہار شکرگذاری کرین ، اور جب اُن سے کوئی چیز طلب کرین تو ادب کے لہجہ سے طلب کرین ، خصوصاً اناؤن کا جو دُودھ پلاتی ہین ادب کرنا مذہبی احکام مین شامل ہے۔

بعض کا یہ خیال کہ قواعد کی سخت پابندی محض لکیر کا فقیر بنا دیتی ہی صحیح نہین اگر روزانہ ضروریات زندگی مین قواعد کی پابندی نہ کی جائیگی خواہ وہ ضروریات مدرسہ سے متعلق ہون یا مکان سے تو وقت جتنا

ضائع ہوگا، کاموں میں الگ بے ترتیبی اور پریشانی واقع ہوگی اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ طبیعت میں تلون پیدا ہو جائے گا اور بچے کو اپنے اوپر اختیار دقابو نہ رہے گا۔

بچے سے ایسا سوال نہ کرو جس کا جواب اُس کے پاس نہ ہو، اپنے مقصد کو صاف صاف اور مختصر الفاظ میں بیان کرو۔ نہ جھڑ کو نہ بحث کرو اور نہ چلا کر اُس سے کسی کام کو کہو۔ نہ عاجزی اور لجاجت کے ساتھ اُس سے کسی بات کی درخواست کرو اور نہ ایسا موقع آنے دو کہ تم اُس کو سزا دو، حجت خواہ کیسی خفیف ہی کیوں نہ ہو بدمزاجی اور نافرمانی پیدا کرتی ہے، غرض عمدہ طریقہ سے فرمان برداری کی عادت ڈالو، اگر دس مہینے کا لڑکا کسی ایسی بات کی جو مناسب نہ ہو خواہش کرے تو اُسے رونے دو دو تین بار رونے کے بعد وہ تھک جائے گا اور پھر شاذ و نادر ہی ایسا موقع آئے گا کہ وہ روئے۔

جس وقت بچہ عالم طفولیت سے آگے بڑھے گا اُس وقت وہ تمام عادتیں جو علیحدہ علیحدہ شمار ہو سکتی ہیں، صرف ایک عادت میں مبدّل ہو جائیں گی، یا ایک عادت کے ماتحت ہو جائیں گی اور والدین کی یہ تمنا کہ ہمارا بچہ سعید ہو اچھی طرح پوری ہوگی، وہ اپنی زندگی میں اُن کی طرف سے مطمئن رہیں گے، اور اپنے بعد اُس کو دنیا میں ایک

با اطمینان زندگی بسر کرنے والا شخص چھوڑ جاہین گے ۔

اطاعت اور فرمان برداری کا زمانہ

ہر کام کے سیکھنے کا ایک وقت یا ایک زمانہ ہوتا ہے ۔ بچون کو اطاعت اور فرمان برداری سیکھنے کا ڈھائی برس سے سات برس کی عمر تک کا زمانہ ہے ۔

ہم اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہین اور دیکھتے ہین کہ ہر وقت بچون مین تغیر ہوتا رہتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کے حرکات سکنات اور دوسری باتون سے وہ تغیر نمایان ہوتا ہے ۔

پس ان کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھنا چاہیے کہ اس تغیر کی وجہ سے وہ نیکی کی راہ سے منحرف نہ ہونے پائین ۔ اور اگر ایسا طرز عمل اختیار نہ کیا جاے گا تو بچون کی ترقی ایک حد تک دشوار ہو جاے گی

عقلمندی کا اقتضا یہی ہے کہ بچہ کی حالت کی تدریجی تبدیلی کے ساتھ طرز عمل مین بھی تبدیلی کی جاے اور کوئی ایسا طرز عمل نہ اختیار کیا جاے

جس سے اُس کی دماغی ترقی کو نقصان پہونچے ۔

بچہ مین تمام انسانی خاصیتین اور قابلیتین موجود ہوتی ہین اور جسمانی قوا کی طرح اُن کا بھی رفتہ رفتہ نشو و نما ہوتا ہے ، وہ بات کرنا سیکھ جاتا ہے ، اِدھر اُدھر آزادی سے پھرتا چلتا ہے ، طبیعت کھُل جاتی ہے گرچہ ڈھائی برس کی عمر مین بچہ صرف کچھ ٹوٹے پھوٹے جملے بول سکتا ہے لیکن سات برس کی عمر مین گفتگو کرنے کی اچھی قابلیت ہو جاتی ہے وہ اچھی طرح سادہ گفتگو کر سکتا اور سمجھ[۱] سکتا ہے ۔

جسمانی اعتبار سے بھی بچہ ترقی کر جاتا ہے وہ چل سکتا ہے دوڑ سکتا ہے اور ایسے کھیل کھیلتا ہے جس سے اعضا کی نشو و نما اور مضبوطی کو امداد ملتی ہے ایسے کھیل بھی کھیلتا ہے جس مین ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے وہ عام لوگون اور دوستون اور چیزون کے بارہ مین راے قائم کرنے لگتا ہے اُس کو اس بات کے جاننے مین بڑی دلچسپی ہوتی ہے کہ فلان بات

---

[۱] نواب زادہ حمید اللہ خان سلمہ اللہ تعالیٰ نے سات سال کی عمر مین ایک دربار مین جو کارونیشن کے تمغون کی تقسیم کے متعلق صاحب پولیٹکل ایجنٹ بہادر بھوپال مین منعقد کیا تھا نہایت روانی کے ساتھ شکریہ کی تقریر کی تھی ۔

مین نے خود سات سال مین تو نہیں لیکن گیارہ برس کی عمر مین ایک عظیم الشان مجمع کے روبرو تقریر کی تھی ۔

کیوں اور کیونکر ہوئی وہ بہت سے کام انجام دینے کی کوشش کرتا ہے یہ کوشش بعض اوقات اصلی اور اکثر نقلی ہوتی ہے، وہ دوسروں کو جب کوئی کام کرتے دیکھتا ہے تو ویسا ہی کرنا چاہتا ہے اور تجربہ و حافظہ کی مدد سے اس کو عمل کر لیتا ہے، جانوروں اور تصویروں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے مشاہدہ کی قوت بہ وجہ بڑھ جاتی ہے حرکات یاد رکھتی ہیں [illegible] آہستہ آوازیں پہچاننے لگتا ہے

مذکورہ بالا تغیرات کو پیش نظر رکھ کر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بچہ کی عمر کے پہلے سال میں اس سے گفتگو تو ہوتی نہیں ہے مگر بعض الفاظ اس سے کہی جاتی ہیں جیسے آؤ، خاموش رہو [illegible] ان الفاظ کا منشا یہی ہے کہ بے اختیاری سے فوراً ان احکام کی تعمیل کی جائے، لیکن بچہ جب کچھ بڑا ہو جاتا ہے تب اطاعت کرانے میں ایک قسم کی دقت ہوتی ہے اور باہمی تعلقات سوال و جواب کے ہو جاتے ہیں بچہ سے بہت سے سوالات کئے جاتے ہیں مثلاً کیا تم بھوکے ہو؟ اس کے جواب میں ہاں، اور نہیں دونوں کہا جا سکتا ہے، کھیل اور گفتگو میں بچہ کا منشا کہا جاتا ہے، اور اس کی مرضی بات کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کی اطاعت کی جاتی ہے بلکہ معقول پسندی سکھائی جاتی ہے، اور اس طریقہ سے اس کو اطاعت کا سبق پڑھایا جاتا ہے،

کیونکہ پہلے اُس کو ایک بات سمجھائی جاتی ہے اور پھر اُس کی خواہش پر
منظوری یا نامنظوری دی جاتی ہے اور اس طرح اپنا حکم تسلیم کرایا جاتا ہے
اور اسی طرح اطاعت کا سبق ہوتا ہے مگر یہ زمانہ نہایت ہوشیاری سے
سبق اطاعت دینے کا ہوتا ہے کیونکہ عموماً مدارج زندگی کے تغیر پذیر ہونے
کی وجہ سے اور نیز شوخی اور ذہانت کے سبب سے جس مین کبھی کبھی نافرمانی
اور جھوٹ شامل ہو جاتا ہے ۔ جس سے وہ فوری اطاعت و فرمان برداری
جو ڈھائی تین برس کی عمر مین بے چون و چرا ہوتی ہے مفقود ہو جاتی ہے ۔

عمر کی ترقی کے ساتھ ساتھ اطاعت کے مسئلہ مین فرق آجاتا ہے اور وہ
بے چون و چرا تعمیل جو اُس عمر مین ہوتی ہے ، اب حکم دینے کے طریقہ پر
منحصر ہو جاتی ہے ، اگر حکم دینے اور تعمیل کرانے کا طریقہ پر تاثیر ہے
تو خواہ وہ کیسی ہی ناپسندیدہ اور ناگوار تجویز کیون نہ ہو بچہ اُس کو
قبول کر لیتا ہے ، اور پھر آخر مین یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اچھی تعلیم پایا ہوا
بچہ اپنے والدین یا مربیون کی ہونی خوبی و قدرت [illegible] اس لئے
فرمان برداری کے زمانہ کو بہت ہوشیاری کے ساتھ طے کرنا چاہئے
اور ہمیشہ عقلمند والدین کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اپنے بچون کی جائز
تجویزون اور خواہشون کو حسن اخلاق کے ساتھ منظور کر لیا کرین اور کبھی اُن کو
ایسی بات پر مجبور نہ کرین جن کے لئے اُن کا دل نہ چاہتا ہو یا اُن کو نامعلوم ہو

یا نفرت پیدا ہو ، حکم دیتے وقت محکوم کی خواہشوں کا لحاظ رکھنا ایک بڑا ضروری اصول ہے۔

خواہشوں کے پیدا ہونے اور ضرورتوں کے سمجھنے کے زمانہ میں والدین کو بہت کچھ عقلمندی کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے خواہشیں اور ضرورتیں مثل ایک اُبلتے ہوئے چشمہ کے ہیں اگر اُس کو بند کر دیا جاوے اور پانی کا کوئی مخرج نہ رکھا جاوے تو لامحالہ وہ ان حدود کو یا اُس بند کو جو چاروں طرف سے توڑ کر سیلابی صورت میں ایک طوفان برپا کر دے گا ۔ اسی طرح بچوں کے دلوں میں ہمیشہ خواہشیں پیدا ہوتی رہتی ہیں ، اگر اُن کو بالکل ہی نظرانداز کر دیا جاوے تو وہ بری طرح اپنے نکلنے کا راستہ اختیار کریں گی۔

بچوں سے زیادہ مباحثہ بہتر نہیں ہے ، بہتر یہ ہے کہ اُن میں یہ یقین پیدا کر دینا چاہیئے کہ ماں باپ کا حکم ہمارے فائدہ کے لئے ہے وہ ہم سے زیادہ ہماری بہتری کو جانتے ہیں ، ہم کو کسی بات پر حجت یا تکرار نہیں کرنی چاہیئے بلکہ تعمیل ہمارا فرض ہے ، البتہ اُن کو اس بات کی عادت ڈالنا چاہیئے کہ وہ والدین کے احکام پر غور کریں۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ ابتداءً والدین کی سخت مخالفت یا ایسے ہی اسباب سے جو ضد یا نافرمانی پیدا ہوتی ہے اُس کا مادہ روز

بڑھتا جاتا ہے اور وہ ایسا مضبوط ہو جاتا ہے کہ پھر کسی طرح زائل نہین ہوتا اگر غلطی سے بچون مین ضد یا نافرمانی پیدا ہو چکی ہو تو جہان تک ممکن ہو حکمت عملی کے ساتھ اُس کو ٹالا جائے اور دوسرے وسیلون سے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

اتفاقیہ غلطیون سے ہمیشہ چشم پوشی کرنا چاہیئے بلکہ بعض وقت کسی شے سے بھی طرح دیدی جائے تو مناسب ہے، اور یہ طرح دینا بھی ایک تازیانہ ہے جس پر غور کرنے کے بعد بچے خود نادم ہون گے۔

زمانہ شعور

۱- جب بچہ قریب دو برس کی عمر کے ہو جاتا ہے تو عقل سے کام لینے لگتا ہے پھر دو تین برس اور گذرنے پر اُس کی قوت اور بات کرنے کی خواہش مین پختگی آجاتی ہے۔

۲- جب آٹھ برس کے قریب پہونچتا ہے تو اپنی سمجھ اور ہدایت کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور پھر کچھ اور زمانہ گذرنے پر طفولیت کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے اور بچہ عورت یا مرد بن جاتا ہے۔ یہ زمانہ نہایت

ہوشیاری ، احتیاط ، استقلال ، اور ضبط کا ہے ، اگر ان زمانوں میں والدین نے اچھی طرح تربیت کر لی تو پھر وہ اپنے اس فرض سے سبکدوش ہو جاتے ہین جو قانون الٰہی یا احکام مذہب نے اُن پر عائد کیا ہے ۔

سادہ زندگی

ہم نے ابواب ماسبق مین عادت کے راسخ ہونے اور اطاعت کے زمانہ کو بیان کیا ہے ، لیکن اب کسی قدر تفصیل کے ساتھ چند ایسی عادتون کا تذکرہ کرتے ہین جو بہت سی عمدہ عادتون کی بنیاد ہین اُن پر سادہ زندگی کو سب سے مقدم رکھتے ہین ۔

جو انسان سادہ زندگی بسر کرنے کا عادی ہوتا ہے اُس کو نہ کسی سے حسد ہوتا ہے نہ اُس کی خواہشین وسیع ہوتی ہین ، نہ وہ عیش و عشرت کا بندہ ہوتا ہے ۔

ایک سادہ زندگی بسر کرنے والا آدمی قانع مستقل مزاج ، اور ہرحال مین صابر و شاکر ہوتا ہے وہ دنیا مین نہ کبھی محتاج رہتا ہے اور نہ امراض حرص و ہوس مین مبتلا ہوتا ہے اور اُس کے دل کو کسی چیز کے

میسر نہو سنے سے تکلیف نہین پہونچتی ، تکلفات سے نفرت ہو جاتی ہے اور یہ عادتین اُس کو خود بخود ایک کفایت شعار آدمی بنا دیتی ہین اور وہ اپنی ضرورتون کو آسانی کے ساتھہ پورا کرلیتا ہے ، لیکن یہ عادت جب ہی پیدا ہو سکتی ہے کہ اسی زمانہ سے کہ جس کا ذکر ہم نے کیا ہے پیدا کرائی جاسے ، پس اسی عمر کی غذا ، لباس اور دیگر ضروریات زندگی مین سادگی ملحوظ رکھی جاسے ، غذا بہت ہی سادہ قسم کی ہو ، مرغن کھانے کبھی نہ دیئے جائین ، شیرینی کبھی کبھی کھانے کے بعد دی جاسے ، لیکن کھانے سے پہلے اور کھانے کی جگہ نہ دی جاسے ۔

لباس ستھرا ، خوش وضع ، کارآمد ، اور اسراف سے مبّرا اور ہرا عتبار سے اُس مین سادگی ہو ، بستر اصول حفظان صحت کے مطابق بنایا جاسے ۔

بچون کو ہمیشہ گود مین لیکر نہ پھرنا چاہئے اور نہ اس خوف سے کہ وہ چلنے پھرنے مین گر پڑین اُن کے ساتھہ سایہ کی طرح رہنا چاہئے ۔

اُس کو اپنے اوپر بھروسہ کرنے اور دوسرون کی مدد حاصل کرنے سے بے پروا رہنے کی عادت ڈالی جاسے اور ہمیشہ کوشش کرنی چاہئے کہ بچہ خوش مزاج رہے اور اُس کے مزاج مین چڑچڑاپن نہ پیدا ہو ۔

سادہ غذا سے اُس کی صحت ہمیشہ اچھی رہے گی جو کچھہ کھاسے گا وہ

جزو بدن ہوگا اور چٹورپن کی مذموم عادت بھی اُس مین نہ پڑنے پاے گی
لباس کی سادگی سے یہ فائدہ ہوگا کہ اُس کو اعلیٰ قسم کے بیش قیمت لباسون کی طرف جو محض نمائشی ہوتے ہین کبھی توجہ نہ ہوگی۔ وہ اپنے ذاتی کامون کے لئے دوسرون کا محتاج ہوکر نہ بیٹھے گا اور نہ درجنون نوکر رکھنے کی اُس کو ضرورت ہوگی۔

آجکل کے تعلیم یافتہ نوجوانون کو دیکھا جاتا ہے کہ اُن کی آمدنی کا بہت زیادہ حصہ جو آسانی کے ساتھ پس انداز ہوسکتا ہے اور جو اپنی تکلیف و مصیبت کے دنون مین یا دوسرے قومی کامون مین یا اپنے اعزا یا اقربا کی امداد مین صرف ہوسکتا ہے۔ نمائشی چیزون یا طرح طرح کے متعدد سوٹون اور ایسی ہی اسباب غیر ضروری مین صرف ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ خود ہی مسرت نہین بنتے بلکہ اپنی اس مثال سے اپنے بچون کے لئے بھی اسباب بادی مہیا کرتے ہین۔ اگر ان کو شروع ہی سے کفایت شعاری کی عادت ہو جو سادہ زندگی کا یقینی نتیجہ ہے تو ہر چیز ضرورت کے مطابق رکھین گے اور کبھی اُن کی نظر ایسی وسیع اور خواہشین غیر محدود نہ ہون گی۔

سادگی کے ساتھ تندرستی کا خاص لگاؤ ہے اور ہر ایک بات اسکا اندازہ خود کرسکتی ہے، اگر بچے اسی عمر سے سادہ زندگی بسر کرنے کے عادی بنائے جائین تو وہ کبھی فرضی ضرورتون کے لئے سب ...

اور بے چین نہ ہون گے ، وہ صرف اپنی حقیقی ضروریات کے پورا کرنے کی فکر کرین گے ۔ اور جب وہ پوری ہون گی تو اُن سے اُن کو حقیقی حظ حاصل ہوگا ۔ اور نیز یہ خصلتین اُن کی پشت ہا پشت کو کفایت شعار بنادین گی ۔ اس لئے لازم ہے کہ بچہ کو کبھی ضرورت سے زیادہ کوئی چیز نہ دی جائے اور ہر امر مین واقعی ضرورت کا خیال رکھا جائے ۔

ننھے بچہ مین سادہ زندگی کی عادت پیدا کرا دینا ایک بڑا کام ہے جس کی عظمت کا کوئی شخص اندازہ نہین کرسکتا ، اگر بچہ کو سادہ زندگی کا خوگر بنادین تو گویا اُس کو ہم دنیا کا ایک خوش وخرم شخص بنا سکتے ہین ۔

اس سے یہ غرض نہین ہے کہ تم اپنے بچون کو خوش پوشاک نہ رکھو نہ یہ مدعا ہے کہ ضروریات کی چیزین خواہ مخواہ بدقطع بدوضع اور ارزان خرید کر گھر کی زیب وزینت کو برباد کرو ایسا کرنا بھی بچون کو بخیل اور بدتمیز بنادیگا ۔

مقصود یہ ہے کہ غذا و لباس اور طرز معاشرت مین کفایت شعاری صفائی اور تندرستی کے خیالات کو پیش نظر رکھکر اُن کو کفایت شعار باتمیز اور تندرست بنانے کی کوشش کی جائے ۔

مین اسی سلسلہ مین خود اپنا ایک واقعہ تحریر کرتی ہون جو حقیقتہً سادہ زندگی کا ایک سبق ہے ۔

میری نانی نواب سکندر بیگم صاحبہ (خلد نشین) نے جو تعلیم کی بے حد دل دادہ تھیں ، جہان میری مختلف قسم کی تعلیم کے لئے متعدد استاد مقرر کئے تھے وہان انگریزی تعلیم کے لئے بھی ایک ماسٹر معین رکھا ۔ جب اُن کا انتقال ہوگیا تو والدہ ماجدہ سرکار (خلد مکان) نے میرے قدیم ماسٹر کو کسی وجہ سے علٰحدہ کرکے ایک دوسرے ماسٹر کو جو کلکتہ یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ اور ایک نومسلم بنگالی تھے مقرر کیا ، اُس وقت میری عمر بارہ سال کی تھی اور اگرچہ ابتدا ہی سے میری معاشرت مین سادگی داخل تھی ۔ لیکن پھر بھی ہندوستانی رواج کے مطابق میرے لباس مین کچھ لچکہ ٹھپہ ضرور ہوتا تھا ، میرے جدید ماسٹر اس کو بھی پسند نہین کرتے تھے ، اُنھون نے مجھ کو بالکل سادگی کی تاکید کی اور میری آیا وغیرہ کو بھی اس جانب توجہ دلائی اور اُن کو سمجھایا کہ بچون کو ہمیشہ سادگی کی رغبت دلائی جاے ۔

یہ ظاہر ہے کہ جُہلا ایسی باتون سے بُرا مانتے ہین ، خصوصاً امرا کے بچون کے واسطے تو ایسی نصیحتین اُن کو کبھی پسند نہین آتین ، لیکن یہان بڑے خاندانی اثرات سادگی موجود تھے ، دوسرے اُن استاد کے کلمات ناصحانہ ایسے دلنشین تھے کہ میرے قلب پر بے انتہا اثر ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود اس تزک و احتشام اور اعلی النعمتون کے جو خداوند تعالٰی نے

میرے بزرگون کو اور مجھ کو عطا فرمائی ہین مین بالکل ہی سادہ زندگی کی عادی بن گئی
اس سادہ زندگی سے جو لطف مجھ کو حاصل ہوا ہے اُس کو مین اِس مختصر
مضمون مین نہین لکھ سکتی ۔ البتہ جنھون نے میری خانگی زندگی کو دوسری امیرزادیون سے
مقابلہ کر کے دیکھا ہے وہ اُس کے تفاوت کو بخوبی بیان کر سکتے ہین ؛

سچائی

جب بچہ کچھ لفظ یا جملے بولنے لگتا ہے تو اُس وقت جھوٹ بولنے کا امکان
ہے ۔ اور اُس کی ابتدا اکثر قدرتی طور پر ہوتی ہے ، اس لئے کہ اس زمانہ
کی ابتدا مین عموماً بچہ وہی جملے بولنے کے لئے تیار رہتا ہے ، جن کو بول
سکتا ہے ، اور اس طرح ، بغیر سمجھے ہوئے وہ جھوٹ بولتا ہے مثلاً اُس سے
یہ سوال کیا جاتا ہے کہ یہ چیز (جو اُس کے ہاتھ مین ہے) کس نے دی ؟
وہ جواب دینا چاہتا ہے مگر اُس کے پاس الفاظ نہین ہین ، لھذا جو
مونھ مین آتا ہے کہہ دیتا ہے ، اب یہ ان کا فرض ہے کہ وہ اُس کو بتادے
لیکن جو ماں یا باپ اس بات کے عادی ہوتے ہین کہ بچون کے ایسے جواب
سُنکر خوش ہوتے اور لغو سوالات کرتے ہین وہ کوئی بُری بات نہین سمجھتے

اور در اصل برائی کو جان بوجھکر بڑہاتے ہین ۔

جب بچہ کوئی قصور کرتا ھے ، اور اُس سے اُس کی بابت پوچھا جاتا ھے تو وہ بے جانے بوجھے جواب دیدیتا ھے ، اور پھر کچھ زیادہ عمر ہونے پر جبکہ اُس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جانے لگتا ہے تو جھوٹ بولنے کو آسان سمجھ لیتا ھے اور اس کو تکلیف اور سزا سے بچنے کا ذریعہ سمجھتا ھے ، یہ وقت درحقیقت بڑے خطرے کا ہے اور بڑی ہوشیاری کی ضرورت ھے والدین کو چاہئے کہ اُس کی اصلاح کرین مشتبہ سوالات سے احتراز رکھین ، جو کچھ بے سمجھے بوجھے بچے کہین اُس کو ٹال دین ، جھوٹ بولنے ، اور جھوٹی باتون کا ذکر بھی نہ کرین اُن کی بے ٹھکانے یا مبالغہ آمیز باتون کی اصلاح بہت آسانی کے ساتھ نرم لب و لہجے مین کی جاسکتی ھے ، اگر والدین سمجھ سے کام لین تو بچے ہر ایک بات مین صداقت کو کام مین لائین گے پانچ برس کی عمر مین دلی خیالات مین ایک حد تک پختگی آجاتی ہے ، اس وقت بہت احتیاط کی ضرورت ہے چونکہ سچ بولنا ایک فطری امر ہے ، اس لئے سچائی کی عظمت کا فوراً اثر ہوتا ہے مگر اس لئے اسی زمانہ کی احتیاط درکار ہے ۔

سچائی کی عظمت کے لئے سب سے بڑی ضروری چیز یہ ھے کہ بچے کے دل مین سچی بات کی محبت پیدا کرائی جاے اور وہ سمجھ لین کہ سچائی کیسی اچھی چیز ھے اور اُس سے کیا فائدے ہوتے ہین ۔

اخلاقی جرأت

ہر شخص مضبوط اور قوی ہونا پسند کرتا ہے اور سب اس بات کو چاہتے ہیں کہ اُن کے بچے توانا ہوں ۔ ٹانگیں، بازو، پھیپھڑے مضبوط ہوں، لیکن وہ مضبوطی جس کا پیدا کرنا اُن کی روحی قوت ہوگی اس کے لئے خاص طریقوں کی ضرورت ہے ۔ اور اس قوت کا نام اخلاقی جرات ہے جو والدین ہی پیدا کرسکتے ہیں ۔

وہ شخص جو ہر وقت اپنے مزاج کو قابو میں رکھتا ہے اور کسی بات سے بھڑکتا نہیں ظاہر ہے کہ وہ مضبوط ہے، بے کار و سست رہنا کمزوری کی علامت ہے ۔ محنتی ہونا مضبوطی کی دلیل ہے، اپنی اور دوسروں کی مدد کرنا حق بات کہنے سے نہ ڈرنا اور اوروں کی بھلائی پیش نظر رکھنا قوت کی نشانی ہے محض اپنی ذات کا خیال رکھنا ۔ خود غرضی یا دوسروں سے کام نکالنا ۔ بیجا کام کرنا اور اپنے جاہلانہ خیالات کا شکار ہو جانا کمزوری کی علامت ہے ۔

مضبوطی کو تین برس کا بچہ اور تیس برس کا جوان دونوں بخوبی سمجھ سکتے ہیں، اور اس لئے تم کو اس جانب برابر توجہ کرتے رہنا چاہئے کہ کہ اپنے اوپر قابو ہونے سے اور دوسروں کی مدد کرنے سے قوت ظاہر

ہوتی ہے ، اپنی نفسانی خواہشون اور اپنی فکرین پڑ جانے سے کمزوری ثابت ہوتی ہے ۔

تم بچون کی نشوونما مین یہ ثابت کر دو کہ اگر وہ مضبوط ہونا چاہتے ہین اور بڑی شخصیت کے خواہان ہین تو صرف حق شناسی، دوسرون کی امداد کا خیال اور ایثار ہی وہ چیزین ہین جو اصلی قوت عطا کرتی ہین ، دلون مین اُس پہلوان اور مضبوط آدمی کا جو سیکڑون دنگل جیتے یا منون کی بوجھل چیز اٹھا کر پھینکدے اتنا اثر نہین ہوتا جتنا اثر اُس نحیف الجثہ آدمی کا ہوتا ہے جو حق بات کہنے مین مضبوط ہو اور ایثار کی صفت رکھتا ہو ۔

چیزون کی ترتیب

بچون کی تربیت مین ترتیب بھی ایک بہت بڑی چیز ہے اور اگر اُس پر توجہ کی جائے تو بچے بہت کچھ اپنے کام خود کرلین گے اور اُن کی ہر بات مین ایک سلیقہ پیدا ہو جائے گا اور وہ ایک محتاط شخص بن جائین گے اُن کو جاننا چاہئے کہ چیزین کہان رکھین اور جس چیز کی اُن کو ضرورت ہو وہ کہان پر ملے گی ، اُن کو اپنے کھلونے اپنی کتابین اور اپنی تمام چیزین نقرہ

جگھون پر رکھنی چاہئین، اور جہان سے اُٹھائین استعمال کے بعد پھر اُسی جگہ رکھدین استعمال کرتے وقت اُن کی حفاظت کرین۔

بے ترتیبی و بدسلیقگی ایسی چیزین ہین جن کا اثر عادتون پر بھی پڑتا ھے اس سے اِن دونون باتون کو بچون کے پاس کبھی نہ آنے دینا چاہئے اگر گھر کی ضروری چیزین مثلاً میز، کرسی، فرش، پلنگ، بستر، گملون وغیرہ کا لحاظ وخیال رکھا جاے گا یعنی اپنی چیزون کے ساتھ محبت ہوگی تو اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے ہم جنس کے ساتھ اوربھی زیادہ مہربانی کے ساتھ پیش آنے کو تیار ہو جائین گے اور اُن کو ضرورکی چیزون کی قدر ہوگی، ہر چیز کا عام طور پر لحاظ رکھنا ایک نیکی ھے اور یہی نیکی آہستہ آہستہ منازل زندگی مین انسانی اخلاق کو مکمل کر دیتی ھے، یہ تمام باتین سمجھانے سے نہین آتین بلکہ اُن کا سب سے بڑا مُعلّم خود والدین کا طرزعمل اور گھر کا طریق انتظام ھے۔

جو والدین خود ترتیب وسلیقہ نہین جانتے اُن کو بچون سے کسی طرح اس کی اُمید نہین رکھنا چاہئے

خواہشون کومغلوب کرنا

زندگی کی مسرتون کا بہت کچھ انحصار اس بات پر ہے کہ انسان مین اپنی خواہشون کومغلوب کرنے کی قوت ہو ، جو لوگ کہ اپنی خواہشون پر غالب ہوتے ہین اُن کو مراحل زندگی مین کوئی دشواری پیش نہین آتی ، ابتدائی زمانہ عمر اور نیز زمانہ ما بعد مین اس عظیم الشان صفت پر جو بہت سی نیکیون کی بنیاد اور بہت سی عمدہ عادتون کا سرچشمہ ہے ، عمل کرنے کے اکثر موقع حاصل ہوتے ہین ، لیکن اس صفت کے خوگر بنانے کا زمانہ بھی دو ڈھائی برس کی عمر کا زمانہ ہے اور معلم یعنی مربی (جو صرف مان ہی ہوسکتی ہے) کے لئے بھی مثل اوس ڈاکٹر کے جو کوئی خطرناک عمل جراحی (اپریشن) کرنے والا ہو مستعدی اور استقامت مزاج کی ضرورت ہے ۔

ایک عقلمند باپ نے اپنے بیٹے کو جب کہ اُس نے یہ شکایت کی کہ چچا نے فلانی چیز باوجود اصرار کے ساتھ مانگنے کے مجھے نہین دی لیکن اپنی بیوی کے بھائی کو دیدی ، نہایت نرمی کے ساتھ سمجھایا کہ ۔

بیٹے ! یہ خود تمھارا قصور ہے کہ تم نے ایسی چیز کا سوال کیا جس کے بغیر نہ تم کو کوئی تکلیف تھی اور نہ تمھارا کوئی ہرج تھا ۔ کاش نہ تم یہ سوال

کرتے اور نہ یہ ندامت اُٹھاتے ، تم کو کبھی کوئی چیز نہین مانگنی چاہئے جب تک کہ تم سخت ضرورت مند نہ ہو۔

سادہ زندگی کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی خواہشون پر غالب رہتا ہے ، اور جو شخص کہ خواہشون پر غالب نہین ہوتا وہ ہمیشہ کسی نہ کسی تکلیف یا رنج مین بتلا رہتا ہے ، یہ ایک ایسا کلیہ ہے کہ جس سے کوئی انسان خواہ وہ کسی مرتبہ یا درجہ کا ہو مستثنیٰ نہین ہوسکتا ، ظاہر ہے کہ ہر بچے کی کچھ نہ کچھ خواہشین ہوتی ہین اور وہ خواہشیں پوری نہ ہون گی تو خواہ مخواہ اُس کو رنج ہوگا اور پھر یا تو اُس رنج سے دل و دماغ پر اثر پڑے گا یا اُن کے پورا کرنے کے لئے طرح طرح کی حیلہ جوئی کی جاے گی ۔ بہرصورت اس کے نتائج ہمیشہ خراب نکلین گے ہر شخص اپنے گردوپیش اپنے خاندان اور وطن کی حالت پر نظر کرے تو دولت اور جائداد کی تباہی کے اسباب صرف خواہشون کی تکمیل مین مشاہدہ کرے گا۔

بعض والدین صرف اس خیال سے دولت جمع کرتے ہین جائدادین پیدا کرتے ہین کہ وہ اپنی اولاد کے لئے اس قدر ترکہ چھوڑ جائین جس سے وہ ایک خوش و خرم زندگی بسر کرسکے لیکن مسلمانون مین تو بہت ہی کم ایسی امیدین پوری ہوتی ہوئی نظر آتی ہین اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ تربیت و تعلیم مین اس بات کو پیش نظر نہین رکھتے کہ بچہ کو خواہشون پر غالب

رہنے کی عادت پڑ جائے۔

موجودہ زمانہ میں فیشن نے خواہشوں کو بڑھا دیا ہے، تعلیمی اخراجات بھی دن دونے رات چوگنے ہوتے جاتے ہیں اور سادہ زندگی فنا ہو رہی ہے،

ایک کنبہ والا آدمی جو سو روپیہ تنخواہ پاتا ہو اپنے دو بچوں کو کالج میں بفراغت و اطمینان کے تعلیم نہیں دلا سکتا، طلباء کے اصراف، لباس و آرائش کی کوئی حد مقرر نہیں ہے تو جب تک مائیں بچوں میں اس عادت کو پیدا نہ کرینگی کیونکر تعلیم کا بار اٹھایا جا سکتا ہے۔

ہر سال صرف ایک طالب علم کے زائشی لباس پر اتنا خرچ کیا جاتا ہے جو دو آدمیوں کے ضروری لباس سے بھی زائد ہوتا ہے، یا تو مائیں باپوں سے چھپا کر یا دونوں فرط شفقت سے جس کے اندر آیندہ زندگی کی تباہی مضمر ہوتی ہے، بچوں کی خواہشوں کو پورا کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی بیٹا جب تعلیم ختم کر چکتا ہے تو بجائے اس کے کہ والدین کا شکر گذار ہو اور اُن کی عزت و عظمت کرے، حقیر سمجھنے لگتا ہے، اس کو اُس گھر میں رہنے سے عار ہوتا ہے جس میں اُس نے پرورش پائی ہے وہ اپنی خواہشوں کے پورا کرنے کا اس قدر دلدادہ ہو جاتا ہے کہ اگر آمدنی ہے تو بے دریغ خرچ کرتا ہے ورنہ قرض دام سے بھی نہیں چوکتا اُس میں صلہ رحم بھی باقی نہیں رہتا کہ وہ اپنے غریب عزیزوں کی دستگیری

کرے ۔ عاقبت بینی کی صفت جاتی رہتی ہے ، اور وہ نہین سمجھتا کہ کل اُس کے لئے کہان سے آئے گا ، افسوس ہے کہ اِس آفت مین زیادہ تر مسلمان خاندان اور مسلمان بچے مبتلا ہوتے ہین جن کے یہان خواہشون کو مغلوب کرنا اور انجام بینی وغیرہ جیسی صفات جزو مذہب ہین ۔

اگر والدین ابتدا ہی سے اپنی خواہشین مغلوب کرکے بچون کو سادہ زندگی کی طرف مائل کرین اور اس طرح اُن کو بھی خواہشون پر غلبہ حاصل کرنے کی عادت ڈلوا ئین تو یہ مصائب کبھی نہ پیدا ہون ۔

جس طرح سادہ زندگی سے خواہشین پیدا نہین ہوتین اور جو پیدا ہوتی ہین وہ مغلوب رہتی ہین ۔ اسی طرح اس سے صبر و قناعت کی صفات حسنہ پیدا ہو جاتی ہین ، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ایک عمدہ عادت سے کئی عمدہ عادتین خود بخود پیدا ہو جاتی ہین ۔

خواہشون پر غالب ہونے کے لئے سب سے مفید طرز عمل یہ ہے کہ بچون کو جہان تک ممکن ہو بازارون مین بھیجنے اور دوکانون پر جانے سے روکا جائے اور کوئی چیز جو زائد از ضرورت ہو نہ دی جائے ، ہر چیز اپنی حیثیت کے مطابق اور سادہ استعمال کرائی جائے ✱

انسانیت

انسان اُس وقت تک انسان کہلائے جانے کا مستحق نہیں جب تک اُس میں انسانیت کی صفات نہ ہوں ، جس حالت میں کہ آدمی کو جانور سے ممیز کیا گیا ہے تو پھر ایسی صورت میں جب کہ وہ انسانی تہذیب سے علحدہ ہوکر پرورش پائے تو وہ جانور سے بھی بدتر ہے ، جانور کا دارمدار اُس کی حیوانی سمجھ اور ترکیب اعضا پر ہے ، لیکن انسان کا دارمدار اُس کی تہذیب و اُس نور پر ہے جو عقل سے پیدا ہوتا ہے اور وہ اُس سے رہنمائی حاصل کرتا ہے اس کو دوسروں کے ساتھ ملکر کام کرنا پڑتا ہے اور ان سے علم حاصل کرتا ہے اپنی ذہانت اور عقل سے کام لیتا ہے اور کسی اعلیٰ نظریہ کے مطابق کام کرتا ہے اور اگر اس سے مطابقت نہو تو وہ جانور سے مشابہ ہو جاتا ہے۔

اس لئے آدمی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جاہلانہ جذبات و خیالات و خواہشوں کی پیروی نہ کی جائے کام میں عجلت نہ ہو اپنی ہی ذات کے خیال میں محویت نہ ہو جائے ، اعلیٰ نظریہ کو زندگی میں مدنظر رکھا جائے ، اپنے تمام وجود کو اعلیٰ نظریہ کا تابع بنا دیا جائے ، جتنی اعلیٰ نظریہ رہنما ہوگی اُتنی ہی انسانیت آئے گی۔

اگر والدین کے دل مین یہ خیال رہے کہ آدمی حقیقت مین کیا چیز ہے تو پھر اس خیال سے جو افعال سرزد ہون گے اُن کا اثر بچون پر پڑیگا اور وہ مناسب وقت پر سمجھانے سے بہ آسانی سمجھ جائین گے ، تمھارا یہ کہنا کہ آدمی علم حاصل کرتا ہے ، کام کرتا ہے ، مدد کرتا ہے ، اپنے اوپر قابو رکھتا ہے موثر ہوگا ، اور اسی طرح دوسری نصیحتین کارگر ہون گی۔

بچے جتنے بڑھتے جائین اُتنا ہی اُن کو سمجھایا جائے کہ انسانیت کس کو کہتے ہین ، جب بچے انسانیت کے مفہوم کو سمجھ جائین گے اور اپنی آنکھون کے سامنے مثال دیکھین گے اور اخلاق انسانی کی تعلیم پائین گے ، تجربہ کرین گے اُس وقت وہ انسان کامل کا مصداق ہو جائین گے۔

بچون کو والدین کی مدد کرنی چاہئے

بچون کے لئے ایک طرف تو میدان ، کھیل اور مشاغل ہین اور دوسری جانب اُن کے وہ تعلقات ہین جو اپنے بزرگون کے ساتھ ہین اس لئے اوائل عمر ہی سے بچون کے دل مین اُن تعلقات کی عظمت قائم کرنی چاہئے ، اور یہ سمجھانا چاہئے کہ اُن کے ذمہ بھی کچھ ایسے کام ہین

جن کا کرنا اُن کے فرائض مین داخل ہے ، مختصر یہ کہ بچون مین بزرگون کی خدمت کا خیال اور امداد کا حوصلہ پیدا کرنا چاہئے ۔

مان بچہ کی خدمت کرتی ہے ، اور اُس کو اس خدمت کا کچھ عوض نہین ملتا اس لئے بچہ کو یہ دلی تمنا ہونی چاہئے کہ وہ مان کی خدمت کرے ۔ مگر کتنی مائین ہون گی جو بچون پر اُن کے زمانہ شعور مین حکمرانی کرسکتی ہون اور بچے ان کی خدمت کے متمنی رہتی ہون ، بچون کو فطرتاً اس بات مین کوئی وقت نہین معلوم ہوتی کہ وہ گھر کے کام کرین پس یہ اچھی طرح ممکن ہے کہ اُن کے دل مین کام کرنے کا حوصلہ پیدا کرایا جاے ، اور اس کی سہل تدبیر یہ ہے کہ اُن کو تربیت دی جاے کہ جہان تک ممکن ہو وہ اپنا کام خود کرلین اور خانگی اور عام کامون سے نفرت نہ کرین اور جہان تک ان سے ممکن ہو دوسرون کا کام کرین مگر اس کا یہ مطلب نہین ہے کہ اُن سے ذلیل محنت کرائی جاے یا ان کامون کے سبب سے اُن کی تندرستی اور وقت تعلیم کے ہرج کا خیال نہ کیا جاے ، غرض ان باتون کا امتیاز خود والدین کی عقل و دانش پر منحصر ہے

دوسرے بچون کے ساتھ میل جول

بچون کا باہمی تعلق ساتھ کھیلنے سے زیادہ مستحکم ہوتا ہے ، اور اکثر بڑے چھوٹے ہونے کا لحاظ جاتا رہتا ہے اور برابری کا تعلق ہو جاتا ہے مگر ان تعلقات کو ہمیشہ غور کے ساتھ دیکھتے رہنا چاہیئے ، کیون کہ بچون کی راے مین خامی ہوتی ہے اور بعض اوقات اس قسم کے تعلق سے خطرناک نتیجے نکلتے ہین ۔

ابتدا سے بچون کا باہمی تعلق اگر اُس مین ضد . غرور ، حرص ، طمع ایذا رسانی وغیرہ نہ ہو تو آیندہ زندگی مین نہایت خوشگوار نتائج پیدا کرتا ہے دوسرون کے ساتھ محبت ایثار اور خوشدلی پیدا ہوتی ہے ۔ دوستون کو مدد دینے کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور طبیعت ایک ایسا مستحکم اثر قبول کر لیتی ہے جو ہمیشہ قائم رہتا ہے اور اسی طرح اخلاقی ضوابط کا ایک مجموعہ خود بخود مرتب ہو جاتا ہے ۔

ابتدائی زمانہ مین ساتھ کھیلے ہوئے دوست ہمیشہ بڑے مددگار اور ہمدرد ثابت ہوتے ہین ، لیکن جہان اُن کے تعلقات مین خود غرضی

داخل ہوئی یا طبیعت پر حسد کا رنگ چڑھا تو پھر اس سے زیادہ کوئی خطرناک چیز نہیں ۔

چھوٹے بچون کے ساتھ بڑے بچون کا رہنا بھی مفید ہوتا ہے بشرطے کہ اُن کے اخلاق اور اطوار پر بھروسہ ہو ۔

غیر خاندان یا ہمسایہ کے بڑے بچون کے ساتھ رہنے کی اُس وقت اجازت دی جاے جب کہ اُن کی تربیت کی نسبت کامل اطمینان کر لیا جاے اور باوجود اس اطمینان کے بھی نگرانی سے غافل نہین ہونا چاہئے اور کوشش رکھنی چاہیئے کہ آپس مین اُسی طرح برتاؤ رکھین جیسا کہ اپنے خاندان والون سے رکھتے ہین ۔

کھیلون مین اور کھیلنے والون کے تعلقات مین عزت اور حق کا لحاظ ایک ضروری چیز ہے ، کھیلون کے متعلق بھی توجہ کی جاے یعنی وہ ایسے کھیل کھیلین کہ جن مین ورزش ہو ، تندرستی بڑھے ، اور فرحت حاصل ہو ذہن سے کام لیا جاے ، غور کی عادت ہو ، اور مثل اسکول کے کھیلون کے ضابطہ اور ادب ملحوظ رہے ۔

جب ایک مرتبہ کھیلون مین اخلاق کے عام اصول داخل کر دئے جائین گے تو پھر کسی خرابی کا اندیشہ نہین رہے گا اور در اصل اخلاقی اُصول سوسائٹی کی منزل کا پہلا زینہ ہے ۔

بچون مین کھیلون کے ذریعے ایثار ، دستعدی پیدا کرانا والدین کا اولین فرض ہے اور اگر بجاے کھیلون کے اُن کو ریاضت ونفس کشی کی طرف متوجہ کردیا جاے گا تو اُن کی تندرستی وشرارت جو اُن کا مقتضاے فطرت ہے جاتی رہے گی۔

اگر والدین یہ چاہین کہ اُن کے بچے اصول اخلاق کو اچھی طرح ذہن نشین کرلین اور وہ اُن کی عادت مین داخل ہو جائین تو سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ وہ خود اپنے بچون کے دوست بنین اور اُن کے ساتھ خاص اوقات مین دوستانہ تعلقات برتین وہ خود اُن کے ساتھ کھیلین سب کو سیر کرنے کے لئے ہمراہ لے جائین بعض اوقات اُن کی باریان شمار کرین ، باری باری سے اُن سے باتین کرین ، یا کوئی چیز دین ، سب کو ساتھ کھانا کھلائین اُن سے اپنی یا دوسرون کی مدد کرائین ، غرض اس طرح ہر موقع سے جو حاصل اور ممکن ہو فائدہ اُٹھایا جائے ایسی صورت مین وہ اخلاق کے اُن ہی اصول کو برتنے کے عادی ہوجائینگے جو والدین اُن کے ساتھ برتین گے۔

بچون کے ساتھ کھیلنے کے متعلق شہنشاہ عالمگیر نے اپنے رقعات مین یہ نصیحت کی ہے کہ "والدین کو لازم ہے کہ بچون کے ساتھ بازی نہ کرین" یہان اس نصیحت کا مقصد یہ ہے کہ جب بے تکلفی سے گستاخی پیدا ہوجاگی

تو خطرناک نتیجہ نکلے گا اور فی الواقع یہ نصیحت بجاے خود بالکل درست ہے لیکن میرے خیال مین اگر اس بے تکلفی مین جو ساتھ کھیلنے سے پیدا ہوتی ہو عقلمندی سے کام لیا جاے تو وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے کہ تمھاری سامنے جب وہ آئین تو خوف زدہ آئین اور تم کوشش ایک ہوّے کے سمجھین اور بجاے اُنس کے تمھاری صورت سے تنفر پیدا ہو اور جب تک وہ تمھارے اور تم اُن کے سامنے رہو تو اُن کی طبیعت کو انقباض رہے ، المختصر اس طرح کھیلنے سے جو نتائج حاصل ہون گے وہ نہایت دیرپا رہین گے جو بہت سے عمدہ اخلاق کی بنیاد ہون گے ۔

دماغی ترقی

ابتدائی عمر مین جو حقیقی تربیت کا زمانہ ہے بچہ کی دماغی ترقی کرلئو اس بات کا خیال رکھنا بہت مفید ہے کہ جن چیزون سے بچہ کو خاص قسم کا لگاؤ ہو اُن کا مشاہدہ غور کے ساتھ کرایا جاے ، جن گھرون مین اِس تدبیر پر عمل ہوتا ہے وہان بچے بہت ذہین اور ہوشیار ہوتے ہین ، عموماً سب گھرون مین یکسان چیزین ہوتی ہین

اور اگر کچھ فرق ہوتا ہے تو بہت ہی کم ، مگر بچوں کی ہوشیاری اور ذہانت میں بین فرق نظر آتا ہے ۔

دماغی ترقی کا ذریعہ درحقیقت اس سے بہتر ممکن نہیں ہے ، اور اسی وجہ سے اس ذریعہ کو ترقی کے ساتھ کنڈرگارٹن طریقہ میں تبدیل کیا گیا ہے ، میں نے ایک کتاب میں اٹلی کے ایک اسکول کا حال پڑھا ہے جہاں بچوں کو ایک عورت تربیت کرتی ہے ، اور ڈھائی تین برس کی عمر سے بچے وہاں داخل ہوتے ہیں ، اس اسکول میں اسی قسم کے ذرائع دماغی ترقی کے لئے اختیار کئے گئے ہیں ۔

قوائے دماغی میں حافظہ کی قوت سب سے زیادہ کارآمد ہے یوں تو ہر شخص کو کم وبیش حافظہ کی قوت عطا کی گئی ہے اور اگر یہ قوت نہ ہو تو انسان دنیا میں کوئی کام ہی نہیں کرسکتا ، لیکن اس کو ترقی دینے کے لئے بھی تدابیر کی ضرورت ہے ۔

زمانہ قریب کے واقعات کو متواتر یاد کرنے سے حافظہ کو بہت کچھ ترقی ہو جاتی ہے ۔

مسلمان بچوں کے لئے حافظہ بڑھانے کا ذریعہ ایک اور بھی ہے جس کو ہم روحانی ذریعہ کہہ سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ شروع ہی سے ان کو قرآن مجید کی آیتیں اور سورتیں حفظ کرائی جائیں ،

یقیناً اس طرح حافظے میں ترقی ہوگی اور اگر بچے کی طبیعت حفظ کی جانب مائل دیکھی جائے اور تو اسے دماغی پر کسی خراب اثر پڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو قرآن مجید حفظ کرادیا جائے، کیونکہ اس سے ایک بہت بڑی برکت حاصل ہوتی ہے۔

وہ والدین مبارک باد کے قابل ہیں جن کی اولاد میں کوئی حافظ ہو، یہ حفظ قرآن ہی کی برکت ہے کہ آج مسلمانوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ ان کی کتاب ربانی میں ایک لفظ کی بھی تحریف نہیں ہوئی اور اُن کے دلوں میں محفوظ ہے، لیکن فی زمانہ حفظ کرنا اس لئے مشکل ہو گیا ہے کہ بچوں کو ابتداء سے تعلیمی اسباق سے فرصت ہی نہیں ملتی اور پھر جب وہ جوان ہوکر اور فنون حاصل کرکے کاروباری زندگی میں داخل ہوتے ہیں تو اور بھی عدیم الفرصت بن جاتے ہیں اور جو بچے اپنی ذہانت کے سبب سے حفظ کر لیتے ہیں اُن میں کم ایسے نکلتے ہیں جو برابر دَور اور تلاوت اور تراویح کا التزام رکھیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے التزام نہ رکھنے سے قرآن مجید یاد نہیں رہتا۔

اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد یاد نہ رکھنا نہایت گناہ ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، اور قرآن مجید کی اس آیت میں بھی اِس کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ

ذِكْرِي فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○

قرآن مجید حفظ کرنے سے جو درجات والدین کو ملتے ہین وہ حدیثون سے ظاہر ہین ، لیکن اگر خدانخواستہ پوری رغبت نہ ہو یا ایسے اسباب پیش آنے کی توقع ہو کہ یاد نہ رکھ سکین تو حفظ کرانا ہی نہ چاہئے ، کیونکہ والدین تو اپنا ثواب حاصل کرلین گے مگر اولاد کے واسطے ایک اندیشہ ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین جس شخص کو قرآن مجید کی زیادہ سورتین یاد ہوتی تھین ، وہ فوج یا وفد کا سردار بنایا جاتا تھا اگر اس وقت بھی کسی ایسی عزت کی توقع ہو اور یہ امر شرط ہو کہ یاد رکھنے کی صورت مین درجہ باقی رہے گا تو لاکھون معمولی آدمی ہی نہین بلکہ امرا تک آمادہ ہو جائین اور یاد رکھین ، غریب آدمی تو اب بھی جہان تک ہوسکتا ہے حفظ کرتے ہین اور اس سے تمتع حاصل کرتے ہین۔

بہرحال اگر کسی وجہ سے قرآن مجید حفظ نہ کرایا جائے تو حافظہ بڑھانے اور نماز وغیرہ مین پڑھنے کے لئے قرآن مجید کی چند سورتین اور مختلف پارون کے رکوع ضرور یاد کرا دینے چاہئین۔

لیکن مذہبی نقطہ نظر سے اس بات کو بھی دیکھنا چاہئے کہ اگر اولاد کے سن شعور پر حفظ کلام مجید کو اُن کی رائے پر چھوڑا جائے تو مذہب سے اُس بے توجہی کو جو آج کل عام ہوتی جاتی ہے دیکھتے ہوے کبھی یہ

اطمینان نہین ہوسکتا کہ جوانی بین وہ ایسی محنت گوارا کرین گے اور پھر یہ
بے توجہی حفظ قرآن کے سلسلہ کو بند کرنے کا باعث ہوگی ۔

غرض گھر کے سابقہ متدمہ اگر اس بات کی کوشش کرین کہ اپنے
مشغلون ، چیزون اور اثر سے بچون کی دماغی ترقی کے ذرائع پیدا کرین تو
یہ کسی گھر کے لئے خواہ وہ امیر ہون یا غریب کچھ مشکل نہین ہے ۔ بہن
بھائی ۔ باپ ، چچا ، پھوپی ، یکے بعد دیگرے اس کام کو انجام
دے سکتے ہین اور در حقیقت یہ اُن تمام خاندانون کا جو کہ اپنے بچون ہین
عمدہ اوصاف پیدا کرنا چاہتے ہین ایک فرض ہے ۔ کیون کہ
اُس وقت بچہ کو آیندہ مراحل زندگی کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور اگر
شروع ہی سے اُس کا خیال نہ رکھا گیا تو پھر دماغی ترقی ناممکن سی بات
ہو جاے گی ۔

تربیت ذہانت

ڈہائی برس کی عمر مین بچہ حبت ذہانت نہین کرتا اس لئے والدین
کا اثر اُس کی ذہانت پر زیادہ نہین پڑتا لیکن اُس کے بعد کے زمانہ مین
بچہ بڑے بڑے امور اور پیچیدہ دلائل کے جملہ باتون سے واقف

ہو جاتا ہے ، تین چار سال تک بچہ چیزوں کے متعلق بے شمار سوالات و جرح کرنا شروع کر دیتا ہے اس لئے کیا اور کیون کا زمانہ بہت زیادہ قابل لحاظ ہے اور اُس کے کیا اور کیون کا جواب نہایت دلچسپ ہونا چاہئے اس عمر مین جس قدر باتین بچہ سیکھ جاتا ہے وہ حیرت انگیز ہوتا ہے ۔

اس کو کیون اور کیا کا موقع دینا چاہئے اس کے سوالات کا خواہ وہ جس قدر ہون پورا پورا اور مطمئن کر دینے والا جواب دیا جائے اُس کے ذہن اور طبیعت کو اس طرف رجوع کرنا چاہئے کہ اُس مین تحقیق کا مادہ پیدا ہو اور جو چیز اُس کے مشاہدے گذرے اُس کے متعلق وہ سوالات کرے اُس کے ذہن اور شگفتگی طبع کے لئے ضروری ہے کہ چند قسم کے پھول ، درخت ، ترکاریان ، جانورون پرندون کے نام اُن کے مختصر حالات اور چاند سورج ، سیارے بارش ، برف ، پالا ، کہر ، قوس قزح ، بادل ، ہوا ، چٹان ، سردی گرمی ، تھرمامیٹر ، جسم کے حصون کے متعلق ضروری باتین باتون ہی باتون مین سمجھا دی جائین ، کچھ جغرافیہ اور سہل و سادہ حساب کے سوالات بنا دیے جائین تو نہ صرف دلچسپی ہوگی بلکہ وہ مفید بھی ہون گے ۔ اور ان باتون مین اُنکا میلان طبع بخوبی معلوم ہو جائے گا اگر ہر چیز کی دلچسپ باریک باتین بچون کو دکھلائی جائین

تو اُن مین اشیاء اور اُن کے اجزا پر غور کرنے کی عادت بڑھ جائے گی
تنون اور شاخون کے اقسام، پتون کی نسین اور خاصیت پھولون کے
حصّے اور رنگ، اُن کی چھوٹائی بڑائی اُن کو سمجھا دینی چاہئے اور یہ علم
ان باتون کے لحاظ سے اور بھی پختہ ہوسکتا ہے کہ موسمون کی ظاہری
تبدیلیون مین پتون اور پھولون کا نکلنا بڑھنا تبدیل ہونا اور نئے درختون
کو دکھایا جائے۔

ایسے الفاظ و اصطلاحات سے بھی کام لینا چاہئے جو روزمرّہ گفتگو مین
آتے ہون اور اُن سے معلومات مین اضافہ ہوتا ہو، جس وقت ایسے
لفظ اور اصطلاح کو اُن کے سامنے بولیے یا وہ بولین فوراً اُنکو سمجھا دو
مثلاً ہم روزمرہ گفتگو مین افق، سمت الراس، مشرق، مغرب
جنوب، شمال، بولتے رہتے ہین اور اُن کی خاص اصطلاحی
خاص معنی بھی آسانی کے ساتھ بچون کو سمجھائے جا سکتے ہین مختلف
قسم کے پیمانے اور مختلف قسم کی چیزون کا استعمال بھی اُن کو بتانا چاہئے
تم دیکھو گے کہ بچون کو نئی چیزون اور نئے سبقون کے دریافت
کرنے سے کیسی خوشی ہوتی ہے۔ پہیلیاں اور نکتے اسی لئے ایجاد
کئے گئے ہین اور ہمیشہ اوقات فرصت مین والدین یا اور بزرگ
بچون سے اُن کو پوچھا کرتے تھے اور بچے نہایت خوشی سے اس

غور کرتے تھے اور جب وہ صحیح بتاتے تھے تو اُن کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہتا تھا، تم اگر چاہو کہ تمھارے بچون کو ایسے مقابلون کے موقع ملین تو بکثرت مل سکتے ہین ، اور ان مقابلون مین تم کو اُن کی معلومات اور خیالات مین اصلاح کا بہت کچھ موقع مل سکتا ہے مثلاً تم بچہ کو شہر سے کسی گاؤن مین سیر کرانے لے جاؤ اور پھر تم دیہاتی اور شہری زندگی کا مقابلہ کراؤ یا مثلاً تم باغ اور میدان کی ہواخوری کا مقابلہ کر کے دونون کی نسبت راے لو ۔ اسی طرح مختلف لباسون پر بھی اُن کا خیال معلوم کر سکتے ہو۔

غرض بچون کے خیالات مین ہمیشہ تحریک رکھی جاے اور اُن کو اُبھارا جاے۔

یہ باتین جو اس باب مین بیان کی گئین ہین بہت آسانی سے ممکن ہین ، اور سب کچھ کھیل مین سکھایا جا سکتا ہے اگر باپ ہواخوری کے وقت بچون کو ہمراہ لے جائین اور اُن کے لئے یہ وقت صرف کرین ، یا مائین رات کو گھر کے کامون سے فارغ ہو کر تھوڑا وقت ایسی باتون کے لئے نکالین تو کچھ دشوار نہین ہے ، غریب سا غریب آدمی جو خود قابل ہو اپنے بچون کے لئے بہت کچھ کر سکتا ہے ۔

قصّے اور مثالین

تمام بچون کی عادت مین داخل ہے کہ اُن کو چھوٹے چھوٹے قصے اچھے معلوم ہوتے ہین اور مثالون کو بہت دلچسپی سے سنتے ہین کیونکہ مثال ہمیشہ بہترین نصیحت ہوتی ہے اور انسانی طبیعت پر اس سے جلد اثر پڑتا ہے۔ ہزارون نصیحتون سے وہ نتیجہ نہین نکلتا جو ایک واقعہ سے جس کو آدمی سُنتا یا دیکھتا ہے حاصل ہوجاتا ہے، خود خداوند عالم نے انسان کی فطرت مین یہ بات ودیعت رکھی ہے کہ وہ مثال سے متاثر ہو اور قصون سے عبرت ونصیحت حاصل کرے۔

چنانچہ کلام مجید، توریت وزبور اور صحائف مقدس مین تمثیلین بھری ہوئی ہین، حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو احسن القصص فرمایا ہے ہماری عبرت ونصیحت کے لئے فرعون ونمرود کے قصے بیان کئے ہین بہشت ودوزخ کو مثال سے سمجھایا ہے اپنی محبت کی والدین کی محبت سے تمثیل دی ہے۔

غرض کلام مجید مین بہ کثرت امثال اور قصص سے ہم کو نصیحتین

کی گئین اور عبرتین دلائی گئی ہین ، اس لئے ہم کو بھی اُسی کی پیروی کرنی چاہئے اور یہی طریقہ ہم کو اس ناسمجھ مخلوق کو جو ہمارے پاس ایک ودیعت الٰہی ہے تعلیم دینے اور تربیت کرنے کا اختیار کرنا چاہئے بجائے جن و پری اور لغو قصے کہانیون کے اخلاقی کہانیان یا اپنے وہ تجربات جو تم نے دنیا کی بُری بھلی باتون سے حاصل کئے ہین تمثیلاً اُن کو سناؤ پھر دیکھو وہ بھولے بھالے معصوم کس خوشی اور دلچسپی تمھاری باتون کو سنین گے اور اس عمر کی کان پڑی بات ضرور کالنقش فی الحجر ہو جائے گی ۔ اس وقت اُن کا دل و دماغ مثل موم اور فوٹو کے شیشہ کے ہوتا ہے جس پر وہی نقش قائم ہوتا اور وہی عکس پڑتا ہے جو سامنے آجاتا ہے دلچسپ باتین اور واقعات جو تم اخبارون مین پڑھتے ہو بچون کو محض اطلاع دہی کے لئے نہین بلکہ بطور ایک قصے یا تعجب خیز بات کے سنانے چاہیٔین ابیا و صلحا مشاہیر قوم و محسنین ملک اور دنیا کے نامور لوگون کے حالات اس طرح اُن سے بیان کرو جو قصے معلوم ہون اور اُن کے دلون مین بھی ایک حوصلہ پیدا ہو ۔

چونکہ مین اس طرز نصیحت و تربیت کو بے انتہا پسند کرتی ہون اس لئے اسی کتاب کے ساتھ چند اخلاقی سبقون کا ایک حصہ جن مین تمثیل و قصص کا زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے شامل کرتی ہون ۔

حصہ دوم

ضبط نفس

بچون مین سب سے پہلے جس عادت کی بنیاد ڈالی جائے وہ خواہشون کو مغلوب کرنے اور ضبط نفس کی عادت ہونی چاہئے ورنہ ایکدن روز اُن کی نفس پرستی بڑی بڑی خرابیون مین ڈالدیگی کیونکہ دنیا مین خواہشون اور ترغیبون کا میدان نہایت وسیع ہے اور بہت ہی مشکل ہے کہ وہ اپنی خواہشون کو مارسکین ، ایک ہوکے والا بچہ ہمیشہ بدہضمی مین مبتلا ہوگا اور لالچی ہمیشہ مصیبتون مین گرفتار رہیگا۔

شراب خواری اور قمار بازی وغیرہ کا عادی وہی شخص ہوتا ہے جس کا نفس اُس کے قابو مین نہین ہوتا ، اور آخرکار ایسی خراب عادتون کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اُس کو اپنی خواہشون کے آگے مال توکیا اولاد کی اور بیوی کی بھی پروا نہین ہوتی۔

تم نے سیکڑون قصے سنے ہونگے کہ ایک شرابی نے تمام دولت شراب مین اُڑادی گھر تک بیچدیا ، بیوی بچون کے کپڑے تک

گرور کھدیے اور نشہ مین زدوکوب بھی کیا اور آخر کار اپنی صحت اور زندگی کو بھی خیر باد کہدیا۔

قمار باز بچون تک کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہین اور مایوسی کے عالم مین خودکشی تک کر لیتے ہین۔ سیکڑون شریف اور باعصمت بیویان، نالایق اور بندہ نفس خاوندون کی بدولت کیسی مصیبت مین زندگی بسر کرتی ہین اور خاوندون کی حرکت پر اُف نہین کر سکتین۔

انسان مین خدا نے تعالی نے قبولیت کا مادہ خاص طور پر رکھا ہے اور وہ بہت جلد اچھا یا بُرا اثر قبول کر لیتا ہے، پھر تربیت ایسی چیز ہے کہ جنگلی درندے، وحشی جانور، اور آزاد پرندے بھی اُس کی بدولت مطیع و مسکین اور پابند حکم بنجاتے ہین جنگلی شیر کو دیکھو کہ تربیت کے بعد کیسا فرمان بردار بن جاتا ہے، ہاتھی کیسا زبردست جانور ہے مگر کس قدر مطیع ہے، ہرن کی وحشت مشہور ہے مگر پالنے سے کیسا ہل جاتا ہے کبوتر جو ہمیشہ فضائے آسمان مین اُڑنے والا پرندہ ہے اور جو کابکون کے مقابلہ مین جنگلون کے اندھیرے کنوئین زیادہ پسند کرتا ہے تم سے کیسی محبت کرنے لگتا ہے اور تمھاری نامہ بری تک کا کام کرتا ہے، کُتا جو ایک حقیر جانور ہے سدھانے سے شکار ہی کا نہین بلکہ مجرمون کا کھوج لگاتا ہے۔

پھر انسان کے بچے تو آسانی کے ساتھ تربیت پا سکتے ہین، البتہ اِن مشکلات کو جو تربیت، خلاق مین پیش آتی ہین استقلال کے ساتھ برداشت کرنا چاہیئے اور یہ صفت ضبط سے حاصل ہوتی ہے جو انسان کی نہایت اعلیٰ صفات مین سے ہے، اور یہ ایک فطری قاعدہ کی بات ہے کہ جو انسان کسی انسان یا قوم و ملک کی اصلاح کرتا ہے اُس کو کچھ مشکلین بھی پیش آتی ہین اور تکلیفین بھی اٹھانی پڑتی ہین حتیٰ کہ انبیاء و اولیاء بھی محفوظ نہین رہے، مگر جو اُن مشکلات و تکلیفات کا مقابلہ کرتا ہے اور ضبط نفس سے کام لیتا ہے وہی کامیاب ہو جاتا ہے۔

اگرچہ ضبط نفس کی سیکڑون مثالین اور قصے ہین لیکن ذیل مین چند پُر لطف اور دلچسپ مثالین اور قصے بیان کئے جاتے ہین۔

دیکھو ایک شخص بائیسکل چلا رہا ہے، کبھی داہین موڑتا ہے اور کبھی بائین کبھی بلندی پر لیجاتا ہے کبھی ڈھالو سطح پر لاتا ہے کبھی ایک بہت ہی تپلی پگڈنڈی پر سے گذر رہا ہے جس کے نیچے ایک بڑی سی کھائی ہے، کبھی اُس کو آدمیون اور گاڑیون وغیرہ کے ہجوم مین سے نکال لیجاتا ہے لیکن بائیسکل کا ہینڈل (قبضہ) اُس کے قابو مین ہے اگر ہینڈل ہاتھ سے نکل جاے تو نہ وہ بائیسکل چلا سکتا ہے نہ خود گزند سے محفوظ رہ سکتا ہے، نہ کسی کو بچا سکتا ہے۔ ضرور وہ کوئی نہ کوئی نقصان

اُٹھاے گا ، اسی طرح جو شخص اپنے نفس کو قابو مین رکھتا ہے وہ ہر خطرہ سے نکل جاتا ہے۔

جہاز کا کپتان ایک ناپیدا کنار اور ذخار سمندر مین جہاز کو لئے ہوے جاتا ہے طوفانی ہوا کا زور ہے اور سمندر مین جوش ہے دن کو قطب نما پر اور شب کو تارون پر نظر ہے رات کا وقت آتا ہے ابر آسمان پر چھا جاتا ہے اور تارے چھپ جاتے ہین گھٹا ٹوپ اندھیرا ہو جاتا ہے ، لیکن کپتان ان مشکلات اور خطرناک حالتون مین جہاز کی رفتار کو قائم رکھے ہوے ہے ، یہ کیون ؟ اس لئے کہ اُس کو جہاز پر پورا قابو حاصل ہے اور وہ اپنے فن مین کامل مہارت رکھتا ہے۔

ایک جنرل کو دیکھو کہ میدان جنگ مین ایک طرف کھڑا ہوا نہایت غور سے جنگ کی حالت کو دیکھ رہا ہے ، اس کا ایک لفظ ہزارون سپاہیون کو آناً فاناً ادھر سے اُدھر موڑ دیتا ہے ، اگر لفظ مارچ کہتا ہے تو تمام سپاہی قطار در قطار چل کھڑے ہوتے ہین ، اگر لفظ ہالٹ زبان سے نکلا تو سب کے سب ایک منٹ سے بھی پہلے جہان ہین وہین رک جاتے ہین ایک لفظ فائر ہزارون توپین بندوقین چلوا دیتا ہے اور میدان دھوان دھار بنجاتا ہے اس کے ایک ایک اشارے اور لفظ پر ہزارون سپاہی اپنی جان عزیز کو قربانی

کے لئے توپ بندوق تلوار اور سنگین کے سامنے کر دیتے ہین ، آخر اِس کی وجہ کیا ہے ؟ یہی وجہ ہے کہ جنرل کو اپنے سپاہیون پر قابو رکھنے کی قابلیت ہے۔

بے شک آدمی کے لئے یہ نہایت کمال اور قابلیت کا کام ہے کہ وہ کسی چیز یا کسی دوسرے آدمی یا کسی جماعت پر پورا قابو یا اختیار رکھے۔

اب دوسری جانب دیکھو کہ ایک آدمی راستے مین لڑکھڑاتا ہوا آرہا ہے۔ اودھر گرتا ہے اودھر پڑتا ہے جب تک دوسرا آدمی مدد کرے اُٹھ نہین سکتا ، یہ کیون اس لئے کہ وہ شراب پئے ہوئے ہے اُس کو اپنے ہاتھ پاؤن پر بھی قابو نہین اب بتاؤ کہ یہ شخص جو اپنے پر قابو نہین رکھتا بہتر ہے یا وہ شخص جو بائیسکل ، جہاز ، اور ایک جماعت پر قابو یافتہ ہے بہتر ہے۔

کبھی تم نے دیکھا ہوگا کہ مدرسہ مین اوستاد ایک جماعت کو ڈرل کرارہا ہے ، لڑکے اُس کے حکم کی تعمیل مین کبھی دایان کبھی بایان قدم بڑھاتے ہین کبھی تنکر کھڑے ہوجاتے ہین کبھی جھکتے ہین کبھی تیز چلنے لگتے ہین آخر اس مشق سے کیا فائدہ ہے۔ یہی فائدہ ہے کہ اوستاد لڑکون کو پھرتیلا کررہا ہے اُن کو سکھاتا ہے کہ اپنے اعضاے جسم پر قابو رکھین۔

کیا تم نے نہین دیکھا کہ بعض بچے اپنے اعضاے جسم پر قابو نہین رکھتے

اُن سے بغیر حرکت کئے ہوے بیٹھا نہین جاتا یا وجودیکہ وہ خاموش بیٹھے ہوے ہین لیکن منہ کھلا ہوا ہے ۔ اگر تمھارے سامنے ایسے دو بچے لاے جائین جن مین ایک تو متانت کے ساتھ مونھ بند کئے بیٹھا ہو ، اور دوسرا مونھ کھلا ہوا اور حرکت کرتا ہوا ہو تو دونون مین تم کس کو سمجھوگے کہ وہ اپنے اعضاے جسم پر قابو پاتے ہوے ہے ۔

کیا تم نے "جولیس سیزر" کا قصہ سُنا ہے جو ملک روم کا کپتان تھا جب کہ روم اور فرانس مین لڑائی تھی اور یہ فوج کا جنرل تھا اُس نے اپنی تمام فوج پر پورا قابو رکھا اگرچہ یہ فوج پر قابو رکھنے مین سکندر اعظم کی طرح تھا لیکن اس مین یہ بھی کمال تھا کہ اُس کو اپنے اوپر بھی پورا قابو حاصل تھا اور یہی سب سے زیادہ بہادری کا کام ہے ۔

وہ غصہ پر غالب آجاتا تھا ، اُس نے غصہ مین کبھی کوئی کام نہین کیا ہمیشہ غصہ کے وقت وہ اپنی طبیعت کو اس طرح قابو مین رکھتا تھا جس طرح کہ ایک شہسوار تیز گھوڑے کو قابو مین رکھتا ہے اسی وجہ سے سیزر مشہور بہادر ہوا ہے اُس نے اپنی عادت مین داخل کر لیا تھا کہ جب اُس کو غصہ آتا تو خاموش ہو کر اپنا خیال بٹانے کے لئے ۲۰ تک گنتی کرتا اور اسی عرصہ مین اُس کی غصہ ور طبیعت مغلوب ہو جاتی ۔

اس سے بھی اچھی ایک نیک آدمی کی مثال دیکھو "اسپارٹا" مین ایک بادشاہ "لیکرگیس" نامی گذرا ہے، یہ اپنے قواعد کا نہایت سخت پابند تھا، اپنی رعایا کو چھوٹی چھوٹی باتون کا بھی پابند بنانا چاہتا تھا کفایت شعاری سکھاتا تھا یہان تک کہ خانہ داری اور معاشرت کے معاملات مین بھی دخل دیتا تھا، اس وجہ سے بہت آدمی اُس کو ناپسند کرتے تھے اور اُن کی ناخوشی کو اس درجہ ترقی ہوئی کہ رعایا نے بلوہ کر دیا، کوئی کہتا تھا کہ یہ کیسا خراب آدمی ہے کہ بجاے سونے چاندی کے سکہ کے تانبے کا سکہ رائج کرنا چاہتا ہے۔ نہ ہم کو اچھے فرش اور بستر و لباس رکھنے دیتا ہے نہ عمدہ اور منقش دروازے بنانے دیتا ہے، دوسرا بولا کہ کھانے پینے کی چیزون مین بھی دخل دیتا ہے ہمیشہ سادہ غذا کھانے کا حکم دیتا ہے ہوٹلون مین بھی یہ حکم جاری ہے کہ ایک میز پر پندرہ آدمی سے کم نہ بیٹھین اور صرف ملا ہوا شوربہ، آش جو، پنیر، انجیر، تھوڑے سے مچھلی کے کباب اور ہلکی شراب کھانے پینے کو ملے، تیسرا کہنے لگا کہ سڑکون پر روشنی بھی نہین ہونے دیتا تاکہ ہم کو اندھیرے مین چلنے پھرنے کی عادت رہے پھر تمام مجمع نے چلاکر کہا کہ یہ خراب بادشاہ ہے اور ظالم ہے، اسی حالت جوش و خروش مین اتفاقیہ بادشاہ بھی اُس مجمع کے سامنے سے

گذرا لوگون نے پتھر، کیچڑ، کوڑا، خاک، دھول پھینکنا شروع کیا، غریب بادشاہ بھاگ کر ایک خانقاہ مین پناہ گزین ہونے کو جا رہا تھا کہ ایک شریر آدمی نے جس کا نام "ابلیکنڈر" تھا بادشاہ پر لکڑی پھینکی، یہ لکڑی اُس کی آنکھ پر لگی اور آنکھ سے خون جاری ہو گیا بادشاہ وہین ٹھہر گیا اور لوگون کو اپنی حالت دکھائی، یہ حالت دیکھ کر غضب ناک مجمع مین بادشاہ کے ساتھ ہمدردی کی لہر پیدا ہوئی سب نے اس حرکت پر بہت افسوس کیا اور "ابلیکنڈر" کو پکڑ کر بادشاہ کے سپرد کر دیا اور کہا کہ یہ حضور کا مجرم اور قیدی ہے اُس کو جو مناسب ہو سزا دی جاے۔

سب لوگ بادشاہ کے ساتھ ساتھ اُس کے محل تک گئے دروازہ پر بادشاہ نے سب کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میرے اس مہربان جوان کو میرے پاس چھوڑ دیا جاے، چنانچہ سب لوگ "ابلیکنڈر" کو چھوڑ کر واپس چلے گئے بادشاہ اُس کو محل مین لے گیا، بہت مہربانی اور خاطر داری سے رکھا اور اُس سے اپنے کام لینے شروع کئے اب "ابلیکنڈر" کو اس بات کے جانچنے کا موقع ملا کہ بادشاہ کیسا نیک ہے اور وہ کیسی محنت سے کام کرتا تھا اور کیسی مہربانی سے بات چیت کیا کرتا تھا اور کیسے سلیقے سے رہتا تھا تھوڑے دنون کے بعد بادشاہ نے "ابلیکنڈر" کو آزاد کر دیا اور جب

وہ اپنے دوستون مین آکر ملا تو اس نے کہا کہ مجکو نہایت سخت افسوس ہے کہ مین نے اسپارٹا کے سب سے نیک آدمی سے بدسلوکی کی ابلیکنڈر پر بادشاہ کی چند روزہ محبت سے یہ اثر پڑا کہ وہ نہایت نیک آدمی بنگیا اور اُس کو اپنے نفس پر قابو پانے کی عادت ہوگئی۔

اب ہم کو اس قصہ سے یہ سبق حاصل کرنا چاہئے کہ "لیکراگس" کیسا متحمل مزاج کفایت شعار اور اپنی رعایا کا بہی خواہ بادشاہ تھا۔ وہ ہمیشہ ایسی باتون کا حکم دیتا تھا جو اپنے اوپر روا رکھتا تھا۔ خیال کرو کہ وہ اپنے ملک کا خودمختار بادشاہ تھا جو چاہتا اس گستاخی کی سزا دیتا لیکن اس پیرایہ مین بھی اُس نے اپنی رعایا کو تحمل اور بردباری کا سبق دیا اور اپنی عزت اور محبت تمام رعایا کے دلون مین پیدا کردی۔

"چارلس" اور اُس کا استاد دونون ایک میدان مین جارہے تھے اُن کو دیکھکر کُتے بھونکنے لگے، لیکن جب لکڑی اُٹھائی تو کُتے بھاگ گئے اُس کے بعد جب یہ دونون تالاب پر پونہچے تو بہت سی بطین چلانے لگین مگر اُس کے قریب چراگاہ مین جو گائین اور گھوڑے چر رہے تھے وہ خاموشی کے ساتھ چرا کئے، استاد نے کہا کہ دیکھو چارلس! چھوٹے ہمیشہ بہت شور و غل مچاتے ہین اور جو بڑے ہوتے ہین، وہ خاموشی اور ضبط سے کام کرتے ہین۔

غرض جو شخص اپنے نفس پر قابو نہین رکھتا وہ ہر کام کو بغیر انجام بینی کے کرنے لگتا ہے وہ گفتگو مین بھی یہ خیال نہین رکھتا کہ یہ بات کہنا مناسب ہے یا نہین کسی کو بُری لگے یا اچھی وہ جو چیز چاہتا ہے کھاتا اور پیتا ہے اُسکو اس سے کچھ غرض نہین کہ اُس چیز سے ضرر پہونچے گا یا نفع۔

انسان کو ہمیشہ خواہش نفس کو دبانے کا عادی ہونا چاہئے خواہ بعض وقت اُس مین کچھ نقصان ہی ہو۔

دیکھو کُتّا جو ایک جانور ہے جب پورے طور پر اُس کو تعلیم دی جاتی ہے تو وہ بھی اپنی خواہشون کو اس طرح دبانے لگتا ہے کہ بہت سے انسانون سے بھی ناممکن ہے بعض سدھے ہوئے کتون کی ناک پر گوشت کا ٹکڑا رکھدیا گیا ہے لیکن اُس نے نہین کھایا، جب تک کہ اُس کو کھانے کا حکم نہ دیا گیا۔

ہم کو بھی اپنے نفس پر ایسا ہی قابو رکھنا چاہئے جیسا کہ کُتّا تربیت سے نفع اُٹھاکر اپنے مالک کو اپنے اوپر پورا قابو دیدیتا ہے۔

جس شخص کو اپنے نفس پر قابو حاصل نہین ہوتا وہ ہمیشہ خرابیون مین پڑجاتا ہے، اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص ایسے گھوڑے پر سوار ہو جو شایستہ نہ ہو تو پھر خیال کرو کہ ایسے گھوڑے کے سوار کو کتنا تک اپنی جان کا خطرہ نہ ہوگا بلاشبہ وہ ایک روز اُس پر سے گر کر موت کے

مونھ مین پڑے گا۔

اب یہ تو ظاہر ہو گیا کہ نفس پر قابو پانا تمام عمدہ عادتون کا سنگ بنیاد ھے لیکن اس کی ابتدا غصہ کے ضبط سے ہوتی ہے، جو شخص غصہ کو ضبط کر جاتا ھے وہ در اصل بڑا بہادر ہوتا ھے، کیونکہ دوسرے کو زیر کر لینا اتنا مشکل نہین جتنا کہ اپنے نفس کو، کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ھے ؎

ہیچ دانی کہ مردمی چہ بود؟
گاہِ قدرت، غضب فرو بردن

یعنی تو کچھ جانتا ھے کہ سب سے بڑی بہادری کیا ھے وہ یہ ہے کہ طاقت ہوتے ہوے غصہ کو ضبط کیا جاوے۔

حدیث شریف مین حضرت ابو ہریرہ سے مروی ھے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہین ہے کہ جو لوگون کو پچھاڑ دے بلکہ اصل پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو۔

آن حضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا ھے کہ غصہ ایمان کو ایسا خراب کر دیتا ہے جیسا ایلوہ شہد کو۔

اب مین غصہ ضبط کرنے کی چند مثالین بیان کرتی ہون جن سے تم کو ضرور نصیحت حاصل ہو گی۔

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک کافر سے لڑ رہے تھے اور آپ نے
اُس کو مغلوب کرلیا تھا اور قریب تھا کہ آپ اُس کا قتل کردیں کافر نے
آپ کے مونھ پر تھوک دیا، آپ نے فوراً اُس کو چھوڑ دیا، تمام لوگ حیرت مین
آ گئے۔ خود وہ کافر بھی متعجب ہو گیا، جب سب نے ایسی حالت مین
کافر دشمن کو چھوڑ دینے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میری لڑائی
محض خدا کے لئے تھی لیکن جب اُس نے میرے مونھ پر تھوکا تو مجھے
چونکہ غصہ آ گیا اور میرے نفس نے اُس کو جلد قتل کرنے کی ترغیب دی اس لئے
خدا کا کام غرض آمیز ہو گیا، تمام لوگ حضرت علیؑ کے ضبط نفس پہ
حیرت زدہ ہو گئے اور وہ کافر دشمن آپ کے اِس ضبط اور عفو سے
اثر پذیر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

اب ایک قصہ آپ کے فرزند اکبر حضرت امام حسن علیہ السلام کا سنو
اور دیکھو کہ اُنھون نے بڑی سے بڑی خطا پر کس طرح در گذر کیا ہے
اور کیسے موقع پر اپنے غصہ کو ضبط فرمایا ہے۔

ایک دن حضرت حسن مجلس مین تشریف فرما تھے، گود مین ایک بہت چھوٹا
ننھا بچہ تھا، قہوہ پیا جا رہا تھا غلام نے گرم گرم قہوہ کی پیالی حضرت
حسنؑ کے سامنے پیش کی، لیکن کچھ گرم ہونے کی وجہ سے اور کچھ
رعب کے سبب سے وہ پیالی غلام کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور تمام جلتا ہوا

قہوہ اُس معصوم اور شیر خوار بچے کے جسم پر گرا جس سے وہ اُسی وقت تڑپ کر جان بحق ہو گیا، خیال کرو کہ ایک محبت کرنے والے باپ کے دل پر کیسا سخت صدمہ پہونچا ہو گا، لیکن آپ نے صرف غلام پر نگاہ سرزنش ڈالی، غلام کے موٗنھ سے اضطرار کے ساتھ صرف اسی قدر الفاظ نکلے تھے کہ۔ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِؕ (اور غصے کو ضبط کرنے والے اور آدمیون کو معاف کرنے والے) آپ نے نظر ترحم سے دیکھکر فرمایا "مین نے معاف کیا" غلام نے یہ سُن کر بے ساختہ کہا کہ "وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝" (خدا احسان کرنے والون کو دوست رکھتا ہے) آپ نے یہ سنکر فرمایا کہ جا وہین نے تم کو آزاد کیا"

دیکھو کہ حضرت امام نے غصہ کے ضبط کا کیسا اعلیٰ نمونہ دکھلایا۔

اگر تم سے یہ سوال کیا جاے کہ تم گندی جگہہ مین رہائش پسند کروگے یا پاکیزہ جگہہ مین" تو یہی جواب دوگے کہ "پاکیزہ جگہہ مین" تمھاری دلی خواہش یہی ہوگی کہ ہم گندے اور میلے مکانات کی جگہہ خوبصورت صاف اور آراستہ مکانات مین رہین۔

اب سُنو کہ جب شب معراج مین رسول مقبول صلعم نے ایک موقع پر خوبصورت اور آراستہ مکانات دیکھے تو حضرت جبریل امین سے دریافت کیا

کہ "یہ مکان کس کے لئے ہین ؟" اُنھون نے جواب مین عرض کیا کہ "یہ مکانات اُن لوگون کے لئے ہین جو غصہ کو مارتے ہین اور اُن لوگون کو سزا نہین دیتے جن کے قصور مین اُن کا ذاتی نقصان بھی شامل ہو"

حضرت انسؓ کہتے ہین کہ "مین جناب رسول خدا صلعم کے ساتھ چلا جا رہا تھا اور آپ موٹے کنارے کی "نجرانی" چادر اوڑھے ہوے تھے راستہ مین ایک بادیہ نشین یعنی بدوی آپ سے ملا اور ایسی سختی اور شدت سے آپ کی چادر پکڑ کر کھینچا کہ آپ بدوی کے سینہ تک آگے کھنچ آئے مین نے جو پیغمبر خدا صلعم کی گردن مبارک کو دیکھا تو بدوی کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے اُس پر چادر کے کنارون کے نشان اُبھر آئے، پھر بدوی بولا کہ "محمد خدا کا مال جو تمھارے پاس ہے اُس مین سے مجھے بھی دینے کا حکم کرو، جناب رسول خدا صلعم اُس کی طرف دیکھکر ہنس دیئے اور اُسے دینے کا حکم صادر کیا۔

اب ایک واقعہ اور سنو، خیبر کی ایک یہودی عورت نے ایک بھنی ہوئی بکری مین زہر ملایا اور وہ جناب رسول خدا کے سامنے پیش کی، آپ نے ایک دست اُٹھا لیا اور اُس مین سے کھانا شروع کیا اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت بھی کھانے مین مصروف ہوئی اتنے مین آن حضرت نے صحابہ سے فرمایا کہ کھانے سے ہاتھ اُٹھا لو اور

پھر کسی کو بھیجکر اُس یہودیہ کو بُلایا، جب وہ آئی تو آپ نے فرمایا کہ "تو نے اِس بکری مین زہر ملایا ہے، اُس نے کہا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا، آپ نے فرمایا کہ میرے ہاتھ مین جو یہ دست کا ٹکڑا ہے اُس نے مجکو معلوم کرایا۔ عورت نے کہا "بے شک مین نے اس بکری مین زہر ملایا ہے، مین نے اپنے دل مین کہا کہ اگر وہ پیغمبر ہین تو زہر اُنہین ہرگز نقصان نہ پہونچا سکے گا۔ اور پیغمبر نہین ہین تو ہم کو ان سے نجات ملجاے گی" آپ نے یہ سنکر عورت کو معاف کردیا اور کسی طرح کی سزا نہین دی۔

بے عقل اور کمزور آدمیون کو جلد غصہ آتا ہے بچے عورت اور جاہل مرد جلد غصہ مین بھر جاتے ہین، اور تم نے ہمیشہ دیکھا ہوگا کہ غصے کے وقت انسان کی عجیب حالت ہوجاتی ہے۔ زبان بے قابو ہوجاتی ہے ہاتھ پاؤن مین کپکپی آجاتی ہے۔ رنگ بدل جاتا ہے، آنکھین سُرخ کٹورہ بن جاتی ہین، ادب لحاظ رخصت ہوجاتا ہے، غرض جنون کی تمام علامتین پیدا ہوجاتی ہین اور ایسی حرکتین کربیٹھتا ہے جس سے پھر تمام عمر شرمندہ رہتا ہے، اور کبھی کبھی جان کھو دیتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ غصہ حرام ہے۔

مین پھر کہتی ہون کہ غصہ محض نفس پر قابو نہ رکھنے سے آتا ہے

اگر ابتدا ہی سے بچوں کو اس کی عادت ڈالی جائے اور اُن کو ضبط نفس کا سبق دیا جائے تو پھر وہ غصہ پر قابو رکھنے کی عادی ہو جائینگے

غصہ کا سب سے بہتر علاج یہ بتایا گیا ہے کہ غصہ مین کوئی فعل جلدی سے نہ کیا جائے اور یہ سوچا جائے کہ غصہ آنے کی وجہ کیا تھی بس اگر ذرا سا بھی توقف ہو گیا تو غصہ فرو ہو جاتا ہے اِس لئے جُولیس سیزر" جس کا ذکر تم نے اوپر دیکھا ہے ۲۰ تک کی گنتی گنا کرتا تھا تاکہ تھوڑا سا وقفہ ہو کر غصہ جاتا رہے۔

ایک حکیم نے کہا ہے کہ غصہ دلانے والے شخص کی حالت پر بھی غور کرنا چاہئے اگر وہ بچہ ہے تو اُس کی شکایت ہی کیا اُس کو تو یہ بھی نہین معلوم ہوتا کہ وہ کیا کر رہا ہے، اگر وہ باپ ہے تو ضرور درگذر کرنے کے لایق ہے اس لئے کہ ہر شخص پر باپ کے اس قدر احسانات ہوتے ہین کہ اُس کے کسی فعل کو برا سمجھنا سعادتمندی کے خلاف ہے علاوہ برین ممکن ہے کہ اُس کی خفگی جائز ہو اور ہمارا غصہ ناجائز، اگر کسی افسر اعلیٰ کی جانب سے حکم کی تعمیل مین غصہ کا اظہار کیا گیا ہے تو یہ خفگی شاید ضرورتاً اور مصلحتاً ہو اور تم کو چاہئے کہ اُس کی رے کو اپنی راے سے بہتر سمجھو اگر وہ بادشاہ ہے اور اُس نے تم کو قصوروار سمجھکر سزا دی ہے تو انصاف سے انحراف کیون؟ اگر ان مین سے کوئی بھی

حالت نہین ہے اور تم واقعی بے قصور ہو تو ایسی حالت مین صبر سے بڑھ کر کوئی نعمت نہین۔

اگر کسی اور سبب سے مثلاً بیماری وغیرہ کے باعث تم کو غصہ آگیا ہو تو بجائے غصہ کے اگر تم صبر سے کام لوگے تو بہت ہی آسانی سے بیماری یا علالت کا یہ زمانہ گذر جائے گا۔

یاد رکھو کہ جو کوئی تمھارے ساتھ برائی کرے گا اگر تم اس سے بدلا نہ لوگے تو کوئی دوسرا اسے لے گا۔ اور سچ پوچھئے تو جب اس نے تمھارے ساتھ برائی کی۔ پہلے اُس نے اپنے پاؤن مین کلھاڑی مار لی۔

غرض بچون کو ضبط نفس کی تعلیم دینا اور خود اس کا عادی بننا ایک ایسی کیمیا ہے جو تم کو دین و دنیا کی لازوال نعمت عطا کرتی ہے۔ متحمل شخص کا دل جنت کا ایک محل ہے اور غصیل آدمی کا دل دوزخ کی کالی کوٹھری ہے۔ اور یہ ہمارے ہی اختیار مین ہے کہ ہم دونون جگھون مین سے کس جگہ کو لین ۔*۔

احتیاط

احتیاط پیش بینی یا پیش بندی کو کہتے ہین آؤ تھوڑی دیر کے واسطے ہم اپنے آپ کو ایک جنگلی چوہے کا ساتھی فرض کرلین اور اُس کے بل مین چلین جو کہ ۳ یا ۴ فٹ گہرا ہے ۔ یہان ہم کیا دیکھتے ہین کہ ایک کمرہ ہے ایک طرف تنکون اور روئی کا نرم بستر ہے ، دوسری طرف قسم قسم کا غلہ ہے ، گیہون ، جو ، مٹر ، سیم ، اور السی کے دانے بھی موجود ہین جو الگ الگ رکھے ہوئے ہین ، چوہا اپنے منہ سے کچھ دانے نکالتا ہے ، اِس کے گال مین دونون طرف چھوٹی چھوٹی تھیلیان ہین جس مین کھیتون مین سے اناج جمع کرکے اپنے گھر لاتا ہے ، جب اناج کی فصل ختم ہوجاتی ہے اور سردی پڑنے لگتی ہے تو یہ اپنے بل کو اندر سے بند کرلیتا ہے اور آرام کے ساتھ اپنی محنت کا پھل کھاتا ہے ، اگر یہ ایسی احتیاط اور پیش بینی نہ کرے تو جاڑے مین ٹھنڈ اور بھوک سے مرجائے ، اب ہم کو اس چھوٹے سے جانور سے سبق لیکر احتیاط کرنی چاہئے ۔

(۱) تندرستی کی احتیاط۔

بچے اکثر اپنا کھانا بہت جلدی جلدی بغیر چبائے ہوئے کھا لیتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کا ہاضمہ کمزور ہو جاتا ہے اور ہمیشہ بیمار رہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ماں اپنے بچوں کو احتیاطاً جلدی جلدی کھانے سے منع کرتی ہے اسی طرح سے وہ پینے کے پانی کو ابالتی ہے کیوں کہ دیکھنے میں تو یہ صاف بلور کے مانند چمکتا ہے لیکن یہ اپنی پیش بینی سے دیکھتی ہے کہ اس میں بیماری کے جرم ہیں اور اگر احتیاط نہ ہو تو ٹائیفائڈ اور ہیضہ وغیرہ میں مبتلا ہو جانے کا ڈر ہے۔ اسی طرح سے بعض وقت جب شام کو ہم کہیں جاتے ہیں تو ماں ہم سے گرم کپڑا پہننے یا لے جانے کو کہتی ہے۔ اگرچہ اُس وقت کچھ زیادہ ٹھنڈ نہیں ہوتی اور ہم کو ماں کا یہ کہنا بُرا بھی معلوم ہوتا ہے لیکن ہم لوٹنے کے وقت کا خیال نہیں کرتے اور جب لوٹتے وقت ٹھنڈ ہوتی ہے تو ماں کی احتیاط کا مطلب سمجھ میں آتا ہے اگر اُسی ٹھنڈ میں بغیر گرم کپڑے کے آتے تو یقیناً زکام وغیرہ ہو جاتا اسی طرح ماں شام کے وقت جب کہ سورج غروب ہو رہا ہے پڑھنے سے روکتی ہے حالانکہ پڑھنا اچھی چیز ہے لیکن اس وقت احتیاط کے خلاف ہے کیونکہ اس سے آنکھیں خراب ہو جائیں گی۔

اب دیکھنا چاہئے کہ ہم کو کھانے، پینے، پہننے، اور پڑھنے وغیرہ میں

کہ ان احتیاط کی ضرورت ہے اس لئے کہ ہماری تندرستی قائم رہے اگر ہم احتیاط نہین کرین گے تو یقیناً کسی بیماری مین مبتلا ہو جائین گے اور ہماری بیماری کی وجہ سے سارا گھر پریشان ہو جائے گا اور سب تکلیف مین مبتلا ہو جائین گے ۔ ڈاکٹر اور طبیب کی فیس اور دوا کے خرچ کا بار پڑیگا ہماری بیماری کے لئے ماں باپ اور گھر بھر بے چین رہے گا۔ ہم کو نہ صرف اپنے ہی واسطے احتیاط کرنی چاہئے بلکہ اپنے محلہ اور عام مخلوق کا بھی خیال رکھنا چاہئے بعض لوگ اپنے گھرون کا کوڑا کرکٹ بیکر شہر کی نالیون وغیرہ مین ڈالدیتے ہین اور یہ خیال نہین کرتے کہ وہان پر سڑکر سارے شہر مین بیماری پھیلیگی ، اکثر آدمی بغیر خیال کئے ہوئے کیلے اور خربوزے وغیرہ کے چھلکے گذرگاہ عام پر پھینک دیتے ہین اور ذرا بھی پروا نہین کرتے کہ اگر اس پر کسی کا پاؤن پڑگیا تو وہ پھسل جائے گا اور یا تو اُس کے چوٹ لگ جائے گی یا پاؤن مین موچ آجائیگی ہم کو خیال کرنا چاہئے کہ ہم سب ایک زنجیر کی کڑیان ہین جو کچھ ہم کرتے ہین اُس کا اثر دوسرون پر بھی ہوتا ہے اور جو دوسرے کرتے ہین اُس کا اثر ہم پر ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم کو اہل شہر کی تندرستی کا خیال رکھنا چاہئے ، قرآن مجید کے اِس حکم پر غور کرو کہ وَلَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ یعنی اپنے ہاتھون اپنے تئین ہلاکت مین

مت ڈالو ، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے کام مت کرو جن سے ہلاکت کا خطرہ ہو۔

اسی طرح امراض متعدی سے حفاظت کرنا بھی احتیاط کا تقاضا اور اسی حکم میں داخل ہے ، حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوڑھی سے ایسے بھاگو جیسے تیر کمان سے جاتا ہے ، یہ کیوں اس لئے کہ کوڑھ متعدی ہے اور کوڑھی کے پاس بیٹھنا احتیاط کے خلاف ہے لیکن عموماً دیکھا جاتا ہے کہ قرآن و حدیث کے بہت احکام پر شاذ و نادر ہی لوگ عمل کرتے ہیں حالانکہ ایسے امراض میں جو متعدی ہوں از روئے احکام مذہب و قواعد طب احتیاط لازمی ہے۔

(۲) خطرے اور حاجت مندی کے لئے احتیاط۔

ملک امریکہ کے اصلی باشندوں کے لئے جب کہ وہ بالکل وحشی تھے کچھ زمین جنگل سے صاف کر دی گئی تھی تاکہ وہ زراعت کریں ، یہ زمین دریا کے کنارے پر واقع تھی اور اس میں آلو مکا وغیرہ کی کاشت بخوبی ہو سکتی تھی لیکن اُنھوں نے اپنی نا عاقبت اندیشی سے کھیتی نہ کی اُنھیں کوئی کاہل تو کہہ نہیں سکتا کیونکہ اگر یہ سست ہوتے تو دریا میں گھس کر زندہ مچھلیاں کیونکر پکڑتے یا جنگلوں میں شکار کے پیچھے پیدل کیوں بھاگتے پھرتے ، البتہ نا عاقبت اندیش ضرور تھے اُن کے مزاج میں

پیش بینی نہ ہونے اور اپنی ثمر محنت کے واسطے انتظار نہ کر سکنے کا نتیجہ ہوتا کہ جس وز شکار نہ ملتا اُن کے بال بچے بھوکے مرتے تھے جس روٹی کو ہم روز کھاتے ہین اُسی کو دیکھو کہ کس قدر پیش بینی کا نتیجہ ہے، اگر کسان فصل کے وقت زمین جوت کر اس مین گیہون نہ بوتے اور مہینون صبر کے ساتھ اُس کی خبرداری نہ کرتے اور کھیت کاٹ کر غلہ اکھٹا نہ کرتے تو آٹا کہان سے آتا اور روٹی کیونکر نصیب ہوتی پیش بینی گویا آیندہ حالتون کو دوربین سے دیکھنا ہے، جیسے دوربین سے دور کی چیزین نزدیک دکھائی دیتی ہین اسی طرح اُس شخص کو کہ جسے پیش بینی کی عادت ہوتی ہے آیندہ کے خطرے نظر آجاتے ہین اور وہ اُن کا پہلے سے انتظام کر لیتا ہے۔

سمندر کے سفر مین "لائٹ ہاؤس" یعنی روشنی کا منارہ پیش بینی کی مثال ہے، یہ منارے جہاز کو خطرہ سے آگاہ کرنے کے لئے بنائے گئے ہین، اگر یہ نہوتے تو جہاز چٹان سے ٹکرا کر ڈوب جاتے، "لائف بوٹ" یعنی وہ کشتیان جو خطرہ کے وقت مسافرون کو بچانے کے لئے جہاز پر رہتی ہین بے شک بہت اچھی چیزین ہین لیکن پیش بینی مین لائٹ ہاؤس کا مقابلہ نہین کر سکتین۔

(۳) گفتگو مین احتیاط -

جو لفظ ہم بولتے ہین وہ ایک تیر کے مانند ہے جو کمان سے نکلتا ہے لیکن کوئی دانشمند تیر انداز اپنے تیر کو آنکھ بند کر کے بے پروائی سے نہین چلاتا۔

اگر تمہین کوئی متوالا آدمی راستہ مین ملے جس کو کچھ ہوش نہین ہے کہ وہ کیا کہتا ہے یا کیا کرتا ہے تو مناسب ہے کہ اُس کو چھوڑ کر چلے جاؤ تم شائد اپنے دل مین خیال کرو کہ اگر مین اس سے مہربانی سے بولونگا تو شائد اُس کے دل پر کچھ اثر ہو اور اس بُری عادت کو چھوڑ دے لیکن تم کو ایسا خیال نہین کرنا چاہئے کیونکہ اُس کے ہوش وحواس ٹھکانے نہین ہین، اسی طرح غصہ ور آدمی سے بھی جو کہ اپنے غصہ مین بھرا ہوا ہوتا ہے جہان تک ممکن ہو بات نہ کرو، پھر اگر مجبوری ہو تو اپنی آواز کو نہایت دھیمی اور ملائم کر کے اُس سے بولو، اُس کی آواز تو سخت اور جوش سے بھری ہوئی ہے اور یہی چاہتا ہے کہ دوسرے کی بھی اُس جیسی ہو اور جب نرم اور ملائم جواب اُس کے کانون مین پڑتا ہے تو وہ تعجب سے بھر جاتا ہے اور ٹھیر جاتا ہے، اُسکو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ہوا مین ہاتھ مار رہا ہے، اور اُسکو کوئی سخت چیز مارنے کو نہین ملتی تب اُس کا غصہ دھیما پڑتا ہے۔ غرض ایک نرم جواب غصہ کو دھیما کرتا ہے۔

اگر ہم کسی لنگڑے کو بیساکھی کے بل چلتے دیکھتے ہین تو ہمارے دل مین افسوس ہوتا ہے لیکن یہ مہربانی نہین ہوگی کہ اُس کی اِس مصیبت ناک بات پر اُس کے مُونھ پر افسوس ظاہر کرین کیونکہ وہ خود نقص کو جانتا ہے اور تمھارا افسوس کے ساتھ کہنا اُس کے دل پر تیر کی طرح جا کر لگے گا۔

حدیث شریف مین آیا ہے کہ اگر کسی انسان مین کوئی قدرتی عیب ہو تو اُس کی نسبت اشارہ بھی مت کرو۔ مثلاً کوئی کانا ہے تو تم اپنی آنکھ بند کر کے دوسرے کو اشارہ نہ کرو۔ اگر خدا نے تمھین اس دنیا کی نعمتین دوسرون سے زیادہ بخشی ہین تو یہ جائز نہین ہے کہ اپنے غریب بھائیون کے سامنے ہر وقت اپنے عیش و عشرت کی چیزون کا ذکر کرو۔

اگر کسی چھوٹے لڑکے کے پاس اچھے اچھے خوبصورت کھلونے ہین تو یہ مناسب نہین ہے کہ کسی غریب بچے کو دکھا دکھا کر للچا دے البتہ اُس موقع پر دکھانا لازم ہے جب باپ مان کی اجازت سے اپنے کسی غریب دوست کو ان کھلونون مین سے ایک آدھ دینے کا ارادہ ہو تو پھر اُس کے دل کو بھی خوشی ہوگی اور تم کو بھی خوشی ہوگی۔

چغلی کھانا بھی ایک بہت بُری بات ہے، اگر کوئی لڑکا اپنی جماعت مین استاد کے پیچھے اُس کا مُنہ چڑاتا ہو یا اُس کی نقلین کرتا ہو تو خیال کرنا چاہیے

کہ اُس نے خود اپنی شکل کو بگاڑا اور دوستون کے سامنے خود بیوقوف بنا اور یہ خود اُس کے لئے ایک قسم کی سزا ہے۔ اگر تم اپنے کھیل کے میدان مین دیکھتے ہو کہ کسی چھوٹے بچے کو ایک بڑا لڑکا ستارہا ہے تو مناسب ہے کہ پہلے اُس سے جاکر کہو کہ وہ اپنی اس حرکت سے باز آئے اگر وہ نہ مانے تو اُستاد سے اُسکی شکایت کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر تم دیکھتے ہو کہ کوئی جان بوجھکر کسی کی کتاب کو یا کھڑکیون کے کانچ یا باغ وعجائب خانہ وغیرہ کی چیزون کا نقصان کر رہا ہے اور کہنے سے نہین مانتا تو اُس کی بھی شکایت کرنا لازم ہے۔ کیونکہ دوسرے کو نقصان پہونچ رہا ہے۔

ہم کو ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے کہ جب ہم بات کرتے ہین تو اپنے لفظون کو گویا ترازو مین تول کر بولتے ہین۔

(۴) اپنے ساتھیون کا انتخاب کرنا۔

اگر تمھارے والدین تمھارے واسطے تمھارے دوست یا ساتھی انتخاب کرین تو تم کو بُرا معلوم ہوگا لیکن ایسا انتخاب ہمیشہ والدین یا بڑون کی ہی راے پر چھوڑنا چاہیئے اور اگر خود تم کو ہی انتخاب کرنا پڑے تو تم کو بڑے غور سے کام لینا اور اس بات کو دیکھنا چاہیئے کہ کون اس لایق ہین جو ہمارے دوست بنین۔

سب سے پہلے تو ہمارے ساتھی کو ہمارے درجہ یا رتبہ کے مطابق ہونا چاہئے
ایک کہانی ہے کہ ایک مٹی کا اور ایک پیتل کا لوٹا ایک دریا کے کنارے تھے
کہ ایک بڑی موج آئی اور اُن کو دریا میں بہا کر لے گئی مٹی کا لوٹا ڈر کے مارے
کانپ رہا تھا اس کے دل میں یہ خیال تھا کہ کہیں پیتل کے لوٹے سے ٹکرا کر
ریزہ ریزہ نہ ہو جاؤں ، پیتل کے لوٹے نے اُس کو اس ڈر کی حالت میں دیکھ کر
بہت تسلی سے کہا کہ مت ڈرو ، میں تمہاری حفاظت کروں گا ، مٹی کے
لوٹے نے کہا آپ کی بڑی مہربانی ہوگی کہ آپ میرے نزدیک نہ آویں ،
میں ان موجوں سے نہیں ڈرتا ہوں بلکہ میرے ڈر کے باعث آپ ہی ہیں اور
میں ڈرتا ہوں کہ اگر آپ میرے نزدیک آئے تو میری موت اور بربادی کے
باعث آپ ہی ہوں گے ۔ اب اس پیتل کے لوٹے سے ہم غصہ ور اور
بیہودہ لڑکے کو تشبیہ دیتے ہیں جو اپنے غریب و کم حیثیت دوست کے
ساتھ شیخی اور فخر کرتا ہے ایسے لڑکے سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہئے
جو اپنی ماں سے جھوٹ بول کر اور اُس کو دھوکہ دیکر اپنے دل میں بہت
خوش ہوتا ہے ، جو اپنے سے چھوٹوں کو ستاتا ہے ، اندھے اور محتاج کے
ساتھ شرارت کرتا ہے اور بے زبان جانوروں پر ظلم کرتا ہے ۔

(۵) اپنی عادتیں قائم کرنا ۔

ہماری زندگی میں ایک وقت ایسا تھا جب کہ ہم پاؤں نہیں چل سکتے تھے

لیکن رفتہ رفتہ ہم کو اپنے پاؤن سے چلنا آگیا اور اب بغیر سوچے سمجھے خوب چل لیتے ہین اسی طرح ہماری عادتین بھی قائم ہوتی ہین اگر بچپن ہی سے اپنی عادتین درست کرتے رہین تو جیسے چلنا ہماری عادت مین داخل ہو گیا ہم اسی طرح اور بہت سی باتین ہماری عادت مین داخل ہو جاینگی - مثلاً صفائی شایستگی نیکی وغیرہ کی عادتین ، اگر کسی کی عادت بچپن مین زور سے بات کرنے کی پڑ جاتی ھے تو جب وہ بڑا ہوگا تو بھی ایسی ہی رھے گی ، ہان عورتون اور لڑکیون کو بے شک غیر محرم سے بات کرتے وقت اپنی آوازون کو رعب دار بنانا چاہئے ، حدیث شریف مین آیا ھے کہ "غیر محرمون سے ایسی آواز سے بات نہ کرو کہ اُن کے نفس تمھاری جانب جُھک پڑین " اِس لئے مصلحتہً آوازمین دبدبہ اور سختی پیدا کرنی چاہئے اور یہ حکم بھی محض احتیاط کی وجہ سے ھے -

مختصر یہ ھے کہ اگر بچے عمدہ عادتین بچپن سے اختیار کرینگے تو جب کہ وہ جوان ہون گے جو کام اُن کے سپرد کیا جاے گا اُس کو احتیاط دوراندیشی اور استقلال کے ساتھ انجام دین گے ❊

صدق و کذب

(صدق)

تمام اقوال و افعال مین صداقت یعنی ہر ایک بات اور ہر ایک کام مین سچائی تاج انسانیت کا درشہوار ہے۔

عمدہ عادتین بمنزلہ انمول جواہرات کے ہوتی ہین، لیکن ان مین سب سے زیادہ چمکیلا، قیمتی جوہر "صدق" ہے، جس شخص کے پاس یہ موتی ہے وہ ایک ایسی دولت رکھتا ہے جو لازوال، اور زندگی کے تمام مرحلون مین کارآمد ہے، جو شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے، اُس کا دل کبھی پریشان نہین ہوتا اُس کو کسی سے شرمندگی نہین اُٹھانی پڑتی، اُس کے کاروبار مین صفائی رہتی ہے۔

اگر وہ آقا اور مالک ہے تو اُس کے نوکر دل سے اُس کا ادب کرتے ہین۔ اگر وہ نوکر ہے تو اُس کا مالک اُس کو عزیز رکھتا ہے، تاجر ہے تو لوگ اُس پر بھروسہ کرتے ہین، اور ہر شخص کا اُس پر اعتبار قائم ہوتا ہے۔

اُس کی طبیعت لالچ اور شیخی سے نفرت کرتی ہے اور اُس کا بہادر دل کسی کی خوشامد کرنا گوارا نہین کرتا ، اُس مین سچی غیرت ہوتی ہے اور ہر آدمی اُس کی عزت کرتا ہے ، دوست دشمن سب اُس کی تعریف کرتے ہین ۔ بادشاہ تک کے دل مین سچے آدمی کی عظمت سما جاتی ہے وہ گناہون کی آلائش سے پاک رہتا ہے ، اور بدی کا خیال تک پاس نہین پھٹکنے پاتا ، اُس کا ایمان کامل ہوتا ہے ، اور خدا کا نور اُس کے دل مین اُتر آتا ہے ۔

تم بدی کو ایک زہر سمجھو ، اور صدق کو تریاق جانو ، سچائی تمام بُرائیون کو جڑ سے کھود کر پھینک دیتی ہے اور جس طرح سورج کی روشنی سے رات کی تاریکی غائب ہو جاتی ہے اسی طرح سچائی کے سامنے سب بُرائیان کافور ہو جاتی ہین ۔

ایک مرتبہ چند لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ آدمی کا کمال کس بات مین ہے ، آپ نے فرمایا " راستی قول اور صدق عمل مین "یعنی بات اور کام کی سچائی مین پس سمجھ لینا چاہئے کہ جب تک انسان کے فعل اور قول مین سچائی نہو وہ کامل نہین ہوتا ، آدمی کو چاہئے کہ وہ جو بات کہے سچی کہے ، جو کام یا ارادہ کرے وہ سچے دل کے ساتھ کرے ، اور جب وقت آئے تو

ٹھیک ٹھیک اُسی طریقہ سے پورا کرے جس طرح ارادہ یا نیت تھی جسطرح انسان کا باطن ہو اُسیطرح ظاہر بھی رکھے، اور اپنے ایمان کو ڈانوان ڈول نہ ہونے دے۔

مثلاً کوئی شخص کسی آدمی کو کچھ دینے کی نیت تو نہایت سچائی کے ساتھ کرتا ہے۔ لیکن جب وقت آتا ہے تو اتنا نہین دیتا، جتنی نیت تھی، پس اس نے نیت تو سچی کی۔ مگر اُس کے پورا کرنے کے وقت سچائی نہین کی

ایک آدمی روزہ نہین رکھتا، لیکن لوگون کے دکھانے کے لئے روزہ دارون کی صورت بنا لیتا ہے، پس اس کا ظاہر سچا نہین۔

ایک شخص گناہ سے ڈرتا ہے، مگر گناہ نہین چھوڑتا پس اُس کا ایمان سچا ایمان نہین کہا جائے گا۔

ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ سلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ مین چند خصلتین بہت بُری ہین، اُن مین جھوٹ بولنا بھی شامل ہے اور مین کسی طرح سب خصلتون کو ایک ساتھ نہین چھوڑ سکتا، آنحضرت نے فرمایا کہ "تم صرف جھوٹ بولنا چھوڑ دو" اُس آدمی نے اِس کو آسان سمجھکر مان لیا اور پھر اس خیال سے کہ اگر معاً کوئی کام کرون گا اور مجھ سے پوچھا جائے گا اگر اقرار کرون گا تو اُس کی سزا ملیگی، اور رسوائی ہوگی اور اگر جھوٹ بولون گا تو اِس کا مین عہد کر چکا ہون اس لئے بُرا کام ہی نہ کرنا اچھا ہے۔

چنانچہ اُس نے سب بُری عادتوں کو ترک کردیا اب غور کرو کہ سچائی کا خیال ہی اُس کا نگہبان تھا ۔

حضرت عمر فاروق اپنے زمانہ خلافت مین تنہا رات کو مدینہ کی گلی کوچون مین گشت کیا کرتے تھے ، ایک رات کو ایک گھر کے پاس سے جب گذر رہے تھے تو آپنے سنا کہ ایک مان اور بیٹی مین کچھ گفتگو ہورہی ہے مان بیٹی سے کہتی ہے کہ " اُٹھ ، اور دودھ مین پانی ملادے " لڑکی نے کہا کہ ایسا مت کرو کیونکہ امیرالمومنین نے ممانعت فرمائی ہے ماں نے کہا کہ امیرالمومنین کو کیا معلوم ہوگا ، بیٹی نے جواب دیا کہ اگر اُن کو معلوم نہ ہوگا تو خدا تو دیکھتا ہے " اس گفتگو کو سنکر امیرالمومنین آگے چلے گئے ، اور جب صبح ہوئی تو آپنے اپنے صاحبزادہ حضرت عاصم کو اُس لڑکی کا گھر بتلا کر فرمایا کہ " عاصم " وہان جاؤ ، اور اگر اُس لڑکی کی شادی نہین ہوئی تو اپنا پیغام نکاح دو " چنانچہ حضرت عاصم گئے اور پھر اُن کی شادی ہوگئی ۔

اب خیال کرو کہ محض صدق و راستی کے سبب سے خدا نے اُس لڑکی کو کتنا بڑا درجہ عنایت کیا کہ وہ حضرت عمر فاروق کی بہو بنی

ایفای عہد یعنی وعدہ کا پورا کرنا بھی ایک قسم کی صداقت ہے اور خداوند کریم نے تو یہان تک تاکید کی ہے کہ اُس کی نسبت ارشاد ہے کہ

قیامت کے دن وعدہ کی بازپرس ہوگی ، پس کسی شخص سے جو عہد کرو ، اُس کو سچائی کے ساتھ پورا کردو ، اگر پورا نہین کروگے تو روز محشر اُس کا مواخذہ ہوگا ، اور دنیا مین وعدہ خلاف اور بدعہد کہلاؤگے ۔

حضرت عمرابن عاصؓ فاتح مصر ایک مشہور صحابی اور جنرل گذرے ہین جنھون نے بہت سے ملک فتح کئے تھے ایک مرتبہ کسی عیسائی رئیس سے صلح ہوگئی اور باہم یہ معاہدہ ہوگیا کہ فلان مدت تک عرب عیسائی سرزمین پر دست اندازی نہ کرین گے ، عیسائیون نے اپنی سرحد پر ایک منارہ بنادیا اور اُس منارہ پر اپنے رئیس کی تصویر بناکر کھڑی کردی نہین معلوم کس وجہ سے اُس تصویر کی آنکھہ مین کچھ نقصان آگیا ، عیسائیون نے شکایت کی کہ مسلمانون نے یہ نقصان پہونچایا ہے ، اور یہ خلاف معاہدگی ہے ، حضرت عمر بن عاصؓ پر یہ سنکر خوف الٰہی سے لرزہ طاری ہوگیا اور اُن سے کہا کہ اگر تمھارے خیال مین یہ کام مسلمانون کا ہے تو تم میری آنکھ کو خراب کردو ، کیونکہ مین عہد کی خلاف ورزی کی تکلیف کو بمقابلہ اِس تکلیف کے زیادہ سمجھتا ہون ۔

عیسائیون نے ایسے سچے اور دلیر سردار کی اس ہمت اور صداقت کی بے انتہا تعریف کی ، اور اپنی شکایت واپس لی ۔

غرض صداقت کا بڑا درجہ ہے ، حق تعالیٰ نے قرآن مجید مین

اس کی تعریف کی ہے رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ (مسلمانو! خدا کے غضب سے ڈرو اور سچ بولنے والون کے ساتھ رہو)

(کذب)

جس طرح نور کے مقابلہ مین ظلمت ، نیکی کے مقابلہ مین بدی ، عزت کے مقابلہ مین ذلت ہے ، اسی طرح صداقت کے مقابلہ مین کذب یعنی جھوٹ ہے اور یہ ایک اتنا بڑا گناہ ہے کہ خداوند کریم اپنی لعنت اُن لوگون پر بھیجتا ہے جو جھوٹ بولتے ہین۔

جھوٹ کا سب سے پہلا نتیجہ تو یہ ملتا ہے کہ خود جھوٹ بولنے والے کا دل اُس پر ملامت کرتا رہتا ہے ، اور پھر تمام مخلوق مین وہ بے اعتبار ہو جاتا ہے حاکم اور افسر اُس کی بات کو معتبر نہین سمجھتے ، اگر وہ خود حاکم و افسر ہوتا ہے تو ماتحتون کے دل مین اُس کی عزت نہین ہوتی ، اگر تاجر ہے تو اُس کی ساکھ نہین رہتی ، ماں باپ ، بہن بھائی عزیز قریب دوست اغیار سب اُس کو ذلیل سمجھنے لگتے ہین ، ہر جگہ اور ہر طرف سے اُس پر لعنت اور پھٹکار کی بوچھار ہوتی ہے۔

رسول مقبول صلعم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو

اُس بد بو کی وجہ سے جو جھوٹ بولنے کے سبب سے اُس مین پیدا ہو جاتی ہے
محافظ فرشتہ میل بھر دور چلا جاتا ہے ، آپ نے تو جانورون تک کے ساتھ
جھوٹی کارروائی کو منع فرمایا ہے ، ایک مرتبہ کسی صحابی کا گھوڑا چھوٹ گیا
اور وہ صحابی خالی توبرہ دکھلا دکھلا کر اُس کو پکڑنے کی فکر مین ہوئے ۔
آن حضرت نے اُن صحابی سے پوچھا کہ اِس توبرے مین کچھ ہے ، اُنھون نے
جواب دیا کہ کچھ نہین ، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُس مین کچھ دانہ یا گھاس
ضرور ڈال لو ، ورنہ یہ فعل دغا اور فریب سمجھا جاے گا ۔

بچون کے پڑھنے کی ایک کہانی ہے جو نہایت غور سے سمجھنے کے
قابل ہے اور اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹے کس طرح اعتبار جاتا ہے
اور کیسا نقصان پہونچتا ہے ۔

ایک چرواہے کا لڑکا روزمرہ جب بھیڑون کو چراتا تھا تو خواہ مخواہ
چلّاتا تھا ، کہ بھیڑیا آیا ، اُس کی اِس آواز پر آس پاس کے لوگ اُس کی
مدد کو جاتے ، لیکن وہان پہونچکر دیکھتے تو کوئی بھیڑیا موجود نہ ہوتا ، کچھ
دن تک تو ایسا ہی ہوتا رہا ، پھر لوگون نے یہ معلوم کرکے کہ لڑکا جھوٹ موٹ
چلّایا کرتا ہے اُس کی مدد کو جانا چھوڑ دیا ، ایک روز واقعی بھیڑیا
آیا ، چرواہا چلّاتا رہا لیکن ہمسایون نے پروا نہین کی ، اور بھیڑیا کچھ
بھیڑین اُٹھا لے گیا ۔

اِس لڑکے کو سچائی کی تعلیم نہین دی گئی تھی ، اِس لئے وہ مذاق اور دل خوش کرنے کے لئے دوسرون کو تکلیف دیتا تھا مگر اُس کے جھوٹ کی سزا اُس کو خود مل گئی ۔

اِسی طرح ایک اور قصہ ہے وہ بھی سچ اور جھوٹ کے فائدہ اور نقصان کی نہایت اچھی مثال دکھلاتا ہے ۔

ایک بڑھئی کا بسولہ اتفاقاً پانی مین گر گیا اُس نے خدا سے گڑگڑا کر دعا کی کہ یا اللہ میرا بسولہ نکالدے پانی پر ایک سونے کا بسولہ نمودار ہوا ، بڑھئی نے دیکھکر کہا کہ یہ میرا بسولہ نہین ہے ، پھر ایک چاندی کا بسولہ سامنے آیا پھر بھی اُس نے یہی کہا کہ یہ بھی میرا بسولہ نہین ہے ، پھر وہی لوہے کا بسولہ سامنے آیا ، بڑھئی یہ کہکر کہ ہان میرا بسولہ یہی ہے آگے بڑھا اور اُس کو نکال لیا ۔

ایک ہمسایہ یہ واقعہ دیکھ رہا تھا اُس نے دانستہ اپنا بسولہ پانی مین پھینکدیا ، اور خدا کے سامنے زار زار رونے لگا ، پیشتر کی طرح ایک سونے کا بسولہ ظاہر ہوا لالچ مین آکر بسولہ لینے کو پانی مین قدم رکھا ہی تھا کہ پاؤن پھسل گیا اور وہ وہین غرق ہوگیا ۔

دیکھو ! پہلے شخص نے سچائی سے کام لیا تو اُس کا بسولہ مل گیا ۔ جس سے وہ اپنے کاروبار مین مشغول ہوگیا ، دوسرے شخص نے

لالچ سے جھوٹ بولا تو اُس نے بسولہ تو بسولہ اپنی جان بھی کھودی۔

خوشامد بھی ایک مرض ہے جس کا جرم یعنی وہ کیڑا جو کسی مرض کو پیدا کرتا ہے جھوٹ ہے، خوشامدی ہمیشہ اپنے فائدہ کے لئے دوسرن کی جھوٹی تعریف کرتے رہتے ہین اور جو نادان ہوتے ہین وہ خوشامد سے پھولے نہین سماتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خوشامدی کو جھوٹ بولنے اور خوشامد پسند کو جھوٹ سننے کا چسکہ پڑ جاتا ہے، اور آخرکار دونون کو ذلت اُٹھانی پڑتی ہے، لیکن جو عقلمند آدمی ہوتے ہین وہ فوراً خوشامد کی باتون کو روک دیتے ہین، اور کبھی سُننا پسند نہین کرتے۔

ایک بادشاہ تھا جس کی لوگ ہمیشہ خوشامد کیا کرتے تھے اور اِس درجہ اُن کی خوشامد بڑھ گئی تھی کہ وہ خوشامد مین کہہ دیتے تھے کہ آپ ایسے بادشاہ ہین کہ آپ کا حکم دریا، پہاڑ، جنگل وغیرہ پر بھی چلتا ہے، بادشاہ خوشامد پسند تو نہین تھا، مگر وہ اُن لوگون کو قائل کرنا چاہتا تھا اور اِسی لئے اُن کو خوشامد سے نہ روکتا تھا، ایک روز بادشاہ دریا کے کنارے کرسی لگا کر بیٹھ گیا، اور حکم دیا کہ خبردار میرے پاؤن تک لہرین نہ آنے پائین، مگر بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ دریا اُس کا حکم مانتا جب بادشاہ کے پاؤن تر ہو گئے تو اُس نے اِن خوشامدیون کو بلا کر پوچھا کہ دریا میرا حکم کیون نہین سنتا تم تو کہتے تھے کہ میرا حکم

سب جگہ چلتا ہے ، اس کے بعد اُس نے سب کو نہایت لعنت ملامت کی اور سب لوگ نہایت شرمندہ و ذلیل ہوئے ۔

بعض عورتین اپنی ثروت و حیثیت ظاہر کرنے کے لئے جھوٹا گوٹا یا ملمع کا زیور وغیرہ پہنتی ہین ، یہ بھی جھوٹ ہی کی قسم ہے ، یا دوکاندار خریدار کو بازار کا نرخ مہنگا بتا کر کچھ زیادہ دام لے لیتا ہے ، یا نقلی چیز کو اصلی چیز بنا کر خریدار سے اصلی چیز کی قیمت وصول کر لیتا ہے یا آنکھ بچا کر کم تولتا ہے ، خریدار یہ جان کر کہ اُس کا روپیہ یا پیسہ کھوٹا ہے ، مگر وہ بغیر جتائے ہوئے چلا دیتا ہے ، یا کوئی شخص ایسا مال لاتا ہے جس پر اُس کو سائر محصول ادا کرنا ضرور ہے مگر اُس کو چھپا لیتا ہے ، یا محصول کم ہونے کے لئے اُس کی قیمت کم بتاتا ہے یا ایک ٹھیکہ دار اپنے تخمینہ مین تو اعلیٰ اعلیٰ قسم کی چیزون کے دام لگاتا ہے ، لیکن تعمیر مین سڑی لکڑی ، اور خراب چونہ استعمال کرتا ہے یا کسی بیرسٹر کے پاس کوئی مقدمہ ہے جس کی بابت وہ جانتا ہے کہ فریق ثانی یا اُس کے موکل کا جو مدعی ہے وہ حق بجانب ہے اور اُس کا دعویٰ سچا ہے ، لیکن پھر بھی وہ اپنے موکل کو جتانے کے لئے طرح طرح کی پیچیدگیان ڈال رہا ہے ، یہ سب شجر کذب کی شاخین ہین ۔

کسی شخص کے یہان کوئی آدمی آیا تو اُس کے ساتھ بڑا تپاک ظاہر کیا بال بچون کی خیریت پونچھی ملاقات کا اشتیاق جتلایا، دوبارہ اصرار کے ساتھ تشریف لانے کو کہا نوکرون کے ساتھ ادب قاعدہ کو ملحوظ رکھا، لیکن جب وہ گیا تو اُس کی ہزارون بُرائیاں ہونے لگین، اُس کے آنے پر جھنجھلاہٹ ظاہر کی، نوکرون کو بات بات پر جھڑکیان دینے لگے، اب علاوہ اِس کے غیبت ہوئی جو کچھ اشتیاق و تپاک ظاہر کیا وہ سب جھوٹ تھا۔ جھوٹ صرف زبان ہی سے نہین بولا جاتا، بلکہ:۔

(۱) واقعہ کی اصلیت سے واقف ہونا، لیکن خاموشی سے سنتے رہنا یا ٹال جانا۔

(۲) کسی بات کو کچھ تو کہہ دینا اور کچھ چھپا رکھنا۔

(۳) واقعیت اور اصلیت سے بڑھا، یا گھٹا کر کہنا۔

(۴) ایسی جسمانی حرکات سے کام لینا جن سے انسان دھوکہ کھا کر سچ کو غلط، اور غلط کو سچ سمجھے۔

۵- سچی شہادت سے گریز کرنا یا اُس کو چھپانا یہ سب جھوٹ مین داخل ہین، فریب دہی، مکاری، دغابازی، کی عادت بھی جھوٹ سے پیدا ہوتی ہے۔

جھوٹ کی عادت کوئی ماں کے پیٹ سے لیکر پیدا نہین ہوتا بلکہ وہ اپنے ماں باپ اور عزیز قریب سے اِس کا آہستہ آہستہ سبق

لیتا ھے ، کیونکہ بالعموم بچون کو اول تو جھوٹ باتون اور حیلے بہانون سے بہلایا جاتا ھے ۔ پھر وہ چھوٹی چھوٹی باتون مین خود جھوٹ بولنے اور دہوکہ دینے لگتا ھے ، اس کے بعد وہ مشاق ہو جاتا ھے ، اور یہ بُری عادت تمام عمر کے لئے اُس کے دل مین جڑ پکڑ جاتی ھے ۔

جرأت وہمت

ہمت و جرأت کہنے کو تو ایک ذرا سے لفظ ہین ، لیکن اِن کے معنی بڑے وسیع ہین جو مختصر طور پر دل کی مضبوطی ، مصیبت اور مشکل پر صبر کرنے ممنوع خواہشون کو دبانے ، باوجود قدرت کے بدلہ نہ لینے ، دولت حاصل ہونے کے بعد خوف خدا کو قائم رکھنے ، اپنی رائے کو سچائی اور آزادی کے ساتھ ظاہر کرنے ، حق بات کو دلیری کے ساتھ کہنے ، ملکی اور قومی کامون مین بغیر ذاتی فائدہ اور شہرت و نمود کے کوشش کرنے اپنے وطن اور قوم پر جان و مال کو فدا کر دینے کسی نیکی اور بھلائی کے کام مین جو ناکامیان پیش آئین اُن سے بددل نہ ہونے ، جائز طور پر اپنے اور اپنے بال بچون کی روزی بہم پہونچانے ، اور دوسرے لوگون مین عمدہ

عادتیں پیدا کرانے کو ہمت و جرأت کہتے ہیں ۔

حضرت لقمان جو بڑے حکیم اور پیغمبر گذرے ہیں انہوں نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت کی تھی اُس کا ذکر خداوند کریم نے اس طرح قرآن مجید میں کیا ہے یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (بیٹا ! نماز پڑھا کر اور لوگوں کو اچھے کاموں کے کرنے کی نصیحت کیا کر ۔ اور بُرے کاموں سے منع کیا کر ، اور تجھ پر جیسی پڑے جھیل ، بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں) ۔

اسی طرح جب مشرکین مکہ نے رسول خدا صلعم کو اور مسلمانوں کو ستایا ، اور طرح طرح کی اذیتیں دیں تو خداوند تعالیٰ نے یوں ہمت دلائی لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَذًی کَثِیْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

(مسلمانو ! تمھارے مالوں کے نقصان ، اور تمھاری جانوں کے زیان میں ضرور تمھاری آزمائش کی جائے گی ، اور جن لوگوں کو تم سے پہلے آسمانی کتاب دی جا چکی ہے اُن سے اور مشرکین سے تم بہت سی ایذا کی باتیں سنوگے ، اور اگر صبر کئے رہو اور پرہیزگاری کو

ہاتھ سے نہ جانے دو تو بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہین)

پس سمجھنا چاہیئے کہ ہمت ایک ایسی صفت ہے جس کی خداوند کریم بھی تعریف اور تلقین کرتا ہے ، ہمت والے آدمی کبھی مضطرب نہین ہوتے اور جس بات کو اچھا سمجھتے ہین کرتے ہین ۔ وہ مشکلات سے مغلوب ہوکر ہمت نہین ہارتے وہ طرح طرح کی ایذائین سہتے ہین مگر دل کو قوی رکھتے ہین کربلا کا واقعہ ہم سب مسلمانون کو تیرہ۱۳ سو سال گذر جانے پر بھی آجتک ایسا یاد ہے جیسا کہ کل ہی گذرا تھا ، اور قیامت تک اِسی طرح یاد رہے گا ۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اور خاندان نبوی پر وہ تمام مصیبتین جو کربلا مین گذرین جن کی مثال روے زمین پر نہین ملتی اُنھون نے اُن پر صبر کیا ، جانین قربان کردین ، مگر ہمت ہار کر وہ کام نہین کیا جس کو وہ برا جانتے تھے ، یعنی یزید کی بیعت نہین کی ۔

ہمت والے آدمی جنگ مین جاتے ہین ، خطرے کا مقابلہ کرتے ہین دیکھو ! ایک طرف میدان مین ایک بڑی فوج ایستادہ ہے ، اور دوسری طرف سطح سمندر پر جہازون مین بحری فوج موجود ہے ، ان کے افسر سُرخ اور نیلی وردی پہنے اور سینون پر تمغے لگائے ہوئے صفون کے سامنے کھڑے ہوئے تقریرین کر رہے ہین فوج جنگ کے لئے بیتاب ہے ۔

جنگ سے کیا فائدہ ہے ، اپنے ملک کی حفاظت کرنا یا دوسرون کے

ملکون پر حملہ کرنا ۔ اور اپنے ملک کے دشمنون کو مار ڈالنا ۔ تو کیا اب ان کا کام مار ڈالنا ہوا کسی کی جان لینا تو بے شک بری بات ہے نہیین یہ لوگ اپنے ذاتی فائدے کے لئے نہیین بلکہ اپنے ملک کی خاطر اپنا فرض سمجھکر اپنی جانون کو خطرے مین ڈالنا گوارا کر رہے ہین ۔ اور اس طرح اپنی ہمت کا ثبوت دیتے ہین ۔

حال ہین ہی اخبارون مین کپتان اسکاٹ کی موت کا حال چھپتا رہا ہے ۔ دیکھو اس شخص نے قطب جنوبی کے دریافت کرنے مین کس طرح اپنی جان دیدی ۔ اس شخص کے دشمن انسان نہ تھے بلکہ قطبی سمندر کا جاڑا ۔ اور وہان کا برفانی راستہ دشمن تھا ۔ اُس نے کسی کی جان نہیین لی ، لیکن اپنے کام کو جو وہ اپنے ملک کے حق مین اچھا سمجھتا تھا پورا کرنے مین اس ہمت والے نے اپنی جان دی ،

محنت سے روزی کمانے والون کی ہمت کو بھی دیکھو وہ کوئلے کی کان مین کام کرتے ہین ذرا سا کچھ ہوا کہ جان گئی ۔ ریل کا انجن چلانے والون کو دیکھو رات کی پروا نہیین ، گرمی سردی کا بھی خیال نہین کرتے اگر ذرا سا نیند کا جھپکا لگا تو جلنے کا اندیشہ ۔ اگر آپس مین ریلین لڑگئین تو سب سے پہلے وہی مرے ،

غرض ایسے بے شمار آدمی ہین جو اپنے بال بچون کی پرورش

کے لئے کس ہمت سے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر روزی کماتے ہیں۔

دریا پر کشتیاں چل رہی ہیں، ایک بچہ ایک کشتی میں سے کھیلتے کھیلتے پانی میں گر پڑتا ہے، دریا چڑھاؤ پر ہے، اور موجیں مار رہا ہے دوسری کشتی پر ایک شخص سوار ہے، وہ بچے کو گرتا دیکھتے ہی فوراً کود پڑتا ہے، اور بچے کو بچا کر اُس کی ماں کے حوالہ کر دیتا ہے اُس شخص کی ہمت بے غرض اور دوسروں کو فائدہ یا مدد پہونچانے کے لئے ہے۔

اسی طرح اُن بیبیوں کو دیکھو جو بلا کسی ذاتی غرض کے اپنے گھروں کا عیش و آرام چھوڑ کر بلکہ اپنے پاس سے روپیہ خرچ کر کے لڑائی میں زخمی سپاہیوں کی نرس بنکر جاتی ہیں اور بغیر کسی ذاتی غرض کے دوسروں کو آرام دینے کے لئے اتنی مصیبتیں اُٹھاتی ہیں۔

"جانس ہنیوے" کا حال سُنو جس نے چھتری ایجاد کی پہلے پہلے جب یہ شخص بارش میں چھتری لگا کر پھرا کرتا تھا تو لوگ اُس کی ہنسی کیا کرتے تھے، لیکن چونکہ وہ چاہتا تھا کہ لوگ اُس نئی چیز سے فائدہ اُٹھانا سیکھ جائیں؛ ہنسی کی پروا نہیں کرتا تھا، اور درحقیقت کسی بھلائی کے کام میں دوسروں کے مضحکہ اُڑانے کی طرف توجہ نہ کیا

بڑی ہمت و جرأت کا کام ہے ۔

ایک چھوٹے بچّے کے ہاتھ مین سیب ہے جس کو وہ بڑے زور سے مٹھی مین دبائے ہوئے ہے ، چون کہ وہ سیب کو بہت اچھی چیز سمجھتا ہے وہ نہین چاہتا کہ کسی اور کو دے ، اب اِس بچّے کو تمام لوگ بہت ہی خود غرض بچّہ کہین گے اسی طرح سے ہمت بھی ایک اچھی چیز ہے ، اگر تمھارے پاس ہے ، اور تم کسی دوسرے کو دینا پسند نہین کرتے ہو تو تم کو بھی خود غرض کہا جائے گا ۔ اَب سوال یہ ہے کہ اِس ہمت کو ہم کیسے کسی اور کو دے سکتے ہین ، فرض کرو تم اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ ایک چھوٹے سے پُل پر سے گزر رہے ہو ، تم جانتے ہو کہ اِس مین کوئی خطرہ نہین ہے ، تمھارا بھائی چھوٹا ہے اور ڈرتا ہے تم کو چاہیئے کہ اُس کو سمجھاؤ کہ اِس مین کوئی ڈر نہین ہے ، اور اُنگلی پکڑ کر پار لے جاؤ ، اب اگر تم اُس بچّے کی اِس بات پر ہنسو ، اور اپنی ہمت کا کچھ حصّہ اُسے نہ دو تو تم خود غرض ہوگے ۔

ہمت و تحمل مین نفس پر قابو رکھنے کی ضرورت ہے ، تحمّل اُس کو کہتے ہین کہ تکلیف کا بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا جائے ۔ ہمت یہ ہے کہ مصیبت کا سامنا کرنے سے نہ ڈرے ، لیکن نڈر آدمی کو ہمت والا نہین کہہ سکتے جیسے بزدل آدمی جہان خطرہ نہو وہان بھی خطرہ سمجھتا ہے ، مثلاً

بہت سے لوگ ریل مین سفر کرنے سے ڈرتے ہین اور اپنے دل مین ہزارون طرح کے ڈر بنا لیتے ہین ذرا سا ریل نے جھو کا کھایا تو وہ سمجھے کہ بس اب گئے ،

اسی طرح نڈر شخص خطرے کی جگہہ بھی یہ خیال کرتا ہے کہ کوئی خطرہ نہین ہے ، جیسے کوئی لڑکا کسی نئے شریر گھوڑے پر جس پر کبھی زین نہ کسا گیا ہو سوار ہو جاے اور ایڑ لگاے ، چاہے یہ گھوڑا اس کا کام ہی تمام کردے اس کو ہمت نہین کہتے ، ہمت اُس کو کہتے ہین کہ جب کوئی مصیبت یا خطرہ سر پر آپڑے اور اُس سے کسی اور طریقہ پر چھٹکارا ممکن نہ ہو تو اُس خطرہ کا خوشی کے ساتھ بغیر کسی ڈر کے مقابلہ کرے ، اگر کوئی شخص خواہمخواہ اپنی بہادری دکھانے کے لئے آگ مین کو دپڑے تو اُس کو احمق کہنا چاہئے اصل ہمت والا شخص خطرے سے بے خبر نہین ہوتا ، بلکہ جان بوجھ کر دو باتون کا خیال کرتا ہے ، اول تو وہ یہ سوچتا ہے کہ مجھ مین اس کام کے کرنے کی طاقت یا قابلیت ہے یا نہین ، دوسرے وہ سوچتا ہے کہ اپنے آپ کو خطرے مین ڈالنے کا موقع بھی ہے یا نہین ، مثلاً وہ آدمی جو دریا مین بچے کو نکالنے کے لئے کود پڑا وہ خوب جانتا تھا کہ پانی چڑھاؤ پر ہے ، لیکن اِس کے ساتھ ہی اُس کو یہ بھی معلوم تھا کہ مین تیر سکتا ہون اِس لئے اُس نے وقت ضائع نہ کیا اور بچے کو بچانا اپنا فرض سمجھکر

اور دوسرے کی جان بچانے کی امید مین اپنی جان کو خطرے مین ڈالدیا۔
غرض ہمت اُس پکے ارادے کو کہتے ہین جو کسی خطرے سے نہ ڈگمگائے
اگر ضرورت پڑے تو جان بھی چلی جائے مگر اپنے فرض سے منہ نہ موڑے۔
ہمت والے آدمی کو خدا اپنے حفظ و امان مین رکھتا ہے، اور ہمیشہ
اُس کے کامون مین برکت عطا کرتا ہے۔

چھپا دست ہمت مین زور قضا ہے
مثل ہے کہ "ہمت کا حامی خدا ہے"

صبر و استقلال

تمام والدین کا فرض ہے کہ وہ ابتدا ہی سے اپنے بچون مین صبر و
استقلال کی عادت کو پیدا کرین، یہ وہ صفت ہے کہ جس سے انسان
خواہ وہ کسی مرتبہ اور درجہ کا ہو دنیا کی تکلیفات و مشکلات پر فتح پاتا ہے،
اور حوصلون اور ارادون مین کامیاب ہوتا ہے مصیبتون مین مستقل رہنا
اور تکلیفون پر صبر کرنا اُن کے بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے۔
جن لوگون کو صبر کی عادت نہین ہوتی وہ ذرا سی مصیبت مین بے چین

ہو جاتے ہیں یا جو مستقل مزاج نہیں ہوتے وہ تھوڑی سی تکلیف میں گھبرا جاتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ بے چینی اور گھبراہٹ میں جو کام کیا جائے گا وہ کبھی صحیح طریقہ پر نہیں ہو سکتا ۔ اگر بچپن سے بچوں کی نشو و نما کے ساتھ ان صفات کا خاص طور پر خیال رکھا جائے تو جیسے جیسے بچہ کی نشو و نما ہوتی جائے گی ویسے ہی بتدریج یہ صفتیں بھی بڑھتی جائیں گی اور جب بچہ جوان ہو جائے گا تو یہ صفتیں بھی کامل ہو جائیں گی ۔ اس وقت وہ حالت میں خواہ غربت افلاس کی ہو ، یا دولت و ثروت کی ، وہ ایک سی زندگی بسر کرے گا ، اور اسطرح تم اپنے بچہ کو وہ لازوال نعمت عطا کر جاؤ گے جس سے وہ آخری دم تک فائدہ اٹھائے گا ۔

دنیا میں جتنے بڑے بڑے لوگ گذرے ہیں جن کا نام ہمیشہ عزت کے ساتھ لیا جاتا ہے اور جن کے نام سے تاریخ عالم کو زینت ہے اگر تم ان کی سوانح عمریاں غور سے پڑھو تو تم دیکھو گے کہ ان کی کامیابی کا سنگ بنیاد صبر و استقلال ہی ہے ۔

صبر کی مختصر تعریف یہ ہے کہ انسان اپنی تکلیفات اور مصیبتوں کو رضائے الٰہی سمجھکر برداشت کرے اور اپنی خواہشوں کے پورا نہ ہونے کی صورت میں طبیعت پر رنج نہ آنے دے ۔

استقلال کی تعریف یہ ہے کہ ہر ایک کام کو جمعی اور سہولت کے ساتھ

کرے ، خطرہ کے وقت پریشان نہ ہو ، مشکلات سے پریشانی پیدا نہ ہونے پائے
اب ان چند الفاظ کو دنیا کے تمام کامون پر خواہ وہ چھوٹے ہون
یا بڑے ، پھیلا کر دیکھو اور پھر غور کرو کہ بغیر صبر و استقلال کے کوئی اور
صورت بھی ہے جس سے کوئی انسان کامیابی حاصل کر سکتا ہے ۔

صبر ایک ایسی صفت ہے جو صرف انسان ہی کے لئے مخصوص ہے
مذہب اسلام مین جو تکمیل اخلاق کا سب سے بڑا ہادی ہے صبر کی بے انتہا
خوبیان آئی ہین ، قرآن مجید مین ستر جگہہ سے زیادہ صبر کا ذکر ہے ۔

رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صبر بہشت کے
خزانون مین سے ایک خزانہ ہے ۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے داؤد تو میرے اخلاق کی
پیروی کر اور میرے اخلاق مین سے ایک یہ ہے کہ صبور ہون ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "اے لوگو جب تک تم اپنی نامرادی پر
صبر نہین کروگے تب تک اپنی مراد پر نہین پہونچوگے ۔

خداوند کریم نے خود صابرین کے ساتھ رہنے کا وعدہ کیا ہے اور
فرمایا ہے کہ "صبر کرنے والون کا اجر بے حساب ہے" ۔

انسان پر دو قسم کی مصیبت ہوتی ہے ، ایک وہ جو تقدیرات الٰہی سے
پہونچتی ہے اور دوسری وہ جو دوسرون کے ہاتھون سے پہلی قسم کی

مصیبت مین انسان کو مجبوراً بھی صبر آجاتا ہے ، مگر دوسری قسم کی مصیبت مین صبر آنا بہت مشکل ہوتا ہے ، اور انتقام و معاوضہ کا جذبہ خود بخود دل مین پیدا ہوجاتا ہے مگر باوجود بدلہ لینے کی طاقت کے جو لوگ صبر کرتے ہین وہ درحقیقت بہترین انسان ہوتے ہین ۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ مشہور قصہ ہے ، تم نے پڑھا ہوگا کہ وہ مقدس اور برگزیدہ نبی کیسی سخت تکلیفون مین گرفتار تھے ، تمام بدن پھوڑے ، پھنسی مین پک رہا تھا ، طرح طرح کی روحانی اور جسمانی تکلیفین پہونچ رہی تھین ، لیکن صبر و تحمل کی یہ حالت تھی کہ اُف بھی منہ سے نہین نکلی اور خدا تعالی کی مرضی پر صابر و شاکر رہے ۔

سب مسلمان جانتے ہین کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو قوم سے کس قدر سخت تکلیفین پہونچین ، مگر آپ نے صبر کے ساتھ برداشت کین ایک دن آن حضرت مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ یہ تقسیم خدا کے واسطے نہین ہے یعنی معاذاللہ بے انصافی سے آپ تقسیم کرتے ہین جب آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ حق تعالی میرے بھائی موسٰی پر رحمت کرے ۔ اُنھین اِس سے زیادہ لوگون نے رنج دیئے ، اور اُنھون نے صبر کیا ۔

ایک صحابی فرماتے ہین کہ جب تک ایمان کے ساتھ لوگون کے دیئے ہوئے رنج پر صبر کرنے کی ہمین قدرت نہ ہو تب تک ہم ایمان کو

ایمان نہین جانتے۔

یہ مثالین نبیون کی ہین اور ممکن ہے کہ تم کہو وہ پیغمبر تھے، اور معمولی انسانون سے بالاتر انسان تھے اِس لئے اُن ہین یہ صفات بدرجہ کمال موجود تھین، مگر تم اب اُس ہمدرد قوم کو دیکھو جس نے پینتالیس برس تک قوم کی اصلاح اور ترقی کے کامون ہین نہایت استقلال کے ساتھ کوششین کین کوئی اُس کو دیوانہ کہتا تھا، اور کوئی کافر، کوئی اُس کے کام پر ہنسی اوڑاتا تھا اور کوئی اُس کی نصیحتون کی باتون کو ایک مجنون کی باتین سمجھتا تھا، کبھی گالیان لکھکر بھیجی جاتی تھین اور کبھی قتل کرنے کی دہکی دی جاتی تھی اور کوئی اُس کو قوم اور مذہب کا دشمن سمجھتا تھا، غرض کونسی تکلیف اور زحمت تھی جو اُس ہمدرد قوم کو اپنی قوم کے ہاتھ سے نہ پہونچی مگر اُس نے صبر کیا اور استقلال وتحمل کے ساتھ جن کامون کو وہ اپنی قوم کے حق ہین مفید اور بھلا سمجھتا تھا اُن ہین برابر مصروف رہا، اور آخر کار کامیاب ہوا، اور جب تک قومون کی تاریخ دنیا ہین رہیگی سید احمد خان کا نام روشن حرفون ہین لکھا جائے گا۔

شہنشاہ ہمایون کو دیکھو کہ جب شیر شاہ سے شکست کھاکر دہلی چھوڑنا پڑی تو وہ ایک عرصہ تک دشمنون کے خوف سے سندھ کے ریگستانون ہین بالکل بے سروسامانی سے چھپا پھرا، اور پھر ایران پونچا اور وہان سے

ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور بالآخر اُس نے دشمن سے اپنا تخت واپس لے لیا۔

غور کرو کہ ہندوستان جیسے ملک کا ہاتھ سے جاتا رہنا، بادشاہ کا بے یار و مددگار جنگلون مین مارے مارے پھرنا، اور پھر تھوڑی سی مدد اور جمعیت کو فراہم کرکے دشمن پر حملہ کرنا اور کھوئے ہوئے ملک کو واپس لے لینا کتنا بڑا کام تھا مگر یہ سب استقلال ہی کی کرامت تھی۔

کوئی کمال جب تک اُس مین استقلال و صبر کے ساتھ محنت نہ کی جائے حاصل نہین ہوتا، انسانی صنعت کے نمونے جن کو ہم روزمرہ دیکھتے ہین وہی کامل کہے جا سکتے ہین جن کے صناعون نے اُن پر استقلال کے ساتھ محنت کی ہو میکل انجر و جو ایک مشہور سنگ تراش تھا، اور اِس فن کے سیکھنے مین اُس نے سالہا سال محنت کی تھی ایک دفعہ ایک سنگ مرمر کا بُت بنا رہا تھا ایک روز اُس کا دوست آیا، اور دیکھکر چلا گیا، کہ وہ اُس کا چہرہ بنا رہا ہے، پھر چند ہفتہ کے بعد اُس نے اُسی چہرہ پر کام کرتے دیکھا اُس نے تعجب سے دریافت کیا کہ کیا تم نے اس مین اب تک کچھ نہین بنایا، اور تم ابھی تک چہرہ ہی بنا رہے ہو "میکل انجر و" نے کہا کہ مین نے اس پر بہت کچھ محنت کی ہے اس کی پیشانی پر شکنین پڑی ہوئی تھین مین نے اُن کو نکال دیا، آنکھون کو درست کیا تاکہ ایک خوشنما اور ہنسمک چہرہ بنا سکون اِس کے درست کرنے مین

مجھکو چند ہفتے گذر گئے ہین انہی تھوڑی تھوڑی اور باریک چیزون کے درست کرنے ہین تو انسان کا کمال معلوم ہوتا ھے ۔

غلہ جو روزمرہ ہمارے استعمال ہین آتا ہے اِس ہین بھی صبر و استقلال ہی کا جلوہ ھے کسان کو دیکھو کہ وہ اپنے کھیت کو کس مستقل مزاجی کے ساتھ ہل بکھر سے بناتا ھے ، جڑین وغیرہ جو کھیت ہین ہوتی ہین اُن کو دور کرتا ھے اور پھر لینین بناکر تخم ریزی کرتا ھے ، اُس کے بعد بارش ہوتی ھے کھیتون پر سبزی چھا جاتی ھے اور یہ سرسبز کھیت لہلہانے ہین ، بالین آتی ہین ، اُن ہین دانہ پڑتا ھے پھر زردی آجاتی ھے ، اور بالین پکنی شروع ہوتی ہین اور اس تمام زمانہ کو وہ قدرت کی فیاضی اور مہربانی کی امید پر صبر کے ساتھ بسر کرتا ھے ، اِس کے بعد جب کھیت بالکل پک جاتا ھے تو وہ اُس کو کاٹتا ھے اور کھلیان پر جمع کرکے داوُنی کرتا ھے ، اب اِس کو پھر ہوا کا انتظار ہوتا ھے ، اور جب وہ چلتی ھے تو نہایت محبت کے ساتھ کسان اُڑاوُنی ہین مشغول ہو جاتا ھے ، بھوسا اُڑ کر ایک جانب جمتا جاتا ھے ، اور غلہ کا انبار الگ ہوتا جاتا ھے ، اب وہ غلہ گاڑیون ہین بھر کر گھر ہین جمع ہوتا ھے اِس وقت اس کسان کی مسرت اور خوشی کا اندازہ کرو کہ وہ اپنی پُر استقلال محنت اور صبر کے معاوضہ کو دیکھکر کس قدر خوش اور مسرور ہوتا ھے ۔

امریکہ ہین ایک نقاش تھا جو صرف چڑیون کی تصویرین بنایا کرتا تھا

وہ جنگلون مین پھر کر طرح طرح کی چڑیون کو دیکھتا ، اور اُن کی تصویرین بناتا
اُس نے ایک ہزار تصویرین بنائی ہون گی کہ اُس کو سفر پیش آیا ، اور
اپنی صنعت و کمال کے نمونون کو اپنے ایک دوست کے ہان رکھوا گیا
سال بھر کے بعد واپس آکر دیکھا تو وہ سب تصویرین خراب ہو چکی تھین
چوہے کتر گئے تھے ، خیال کرو کہ اُس کو کس قدر صدمہ ہوا ہوگا ، لیکن اُس نے
صبر کیا اور ہمت نہین ہاری ، اور پھر اُس کام کو شروع کر دیا ، یہان تک
کہ دوبارہ پھر اُتنا ہی ذخیرہ ہو گیا ، اور پہلے سے زیادہ خوبصورت بنا۔
اب دیکھو کہ اُس نے ہمت نہ ہارنے ، اور صبر و استقلال سے کام
لینے سے اُس نقصان کی تلافی کر لی ، اور پہلے سے بھی بہتر چیز بنا لی۔
جو طالب علم مستقل مزاجی کے ساتھ اپنا سبق یاد کرتے ہین اور ہر ایک
کتاب کے لئے جتنا وقت درکار ہے پورا وقت اُسی پر صرف کرتے ہین ،
تلون مزاجی کو دخل نہین دیتے وہی کامیاب ہوتے ہین۔
نقشہ بنانے مین بھی اُن کے لئے استقلال ہی سب سے اہم چیز ہے
ایک طالب علم جلدی جلدی لکیرین کھینچ کھانچ کر نقشہ تیار کر دیتا ہے مگر اُس مین
خوبی نہین آتی اور اُستاد کی لعنت ملامت سنتا ہے ، برخلاف اُس کے
دوسرا طالب علم نہایت استقلال کے ساتھ ، بیٹھا ہوا کام کرتا رہتا ہے
اور جو نقشہ تیار کرتا ہے وہ عمدہ اور بہتر ہوتا ہے ، جس سے خود اس کا

دل باغ باغ ہوتا ہے اور اُستاد سے شاباشی حاصل کرتا ہے۔

ایک نیک بخت غریب مان اپنے یتیم بچون کی تربیت و تعلیم مین صبر و استقلال کے ساتھ مشغول رہتی ہے وہ مصیبتون پر بچون کے سامنے کوئی اضطراب ظاہر نہین کرتی جو تکلیفین گذرتی ہین اُن کو صبر و شکر کے ساتھ جھیلتی ہے اور ہمیشہ بچون کی تعلیم کی فکر مین رہتی ہے، دنیا کی کیسی ہی مصیبت کیون نہ آئے، اُس کو کیسی ہی محنت کیون نہ کرنی پڑے، مگر کیا ممکن ہے کہ بچون کی تعلیم کے خیال سے ایک لمحہ کو غافل ہو، وہ ہمیشہ ہر موقع پر استقلال طبیعت کا ثبوت دیتی ہے، اور چند برس گذرنے کے بعد دیکھتی ہے کہ اُس کے بچون نے یونیورسٹی کی بڑی بڑی ڈگریان حاصل کرلی ہین، اور اخلاق و صفات حسنہ سے آراستہ ہین، پھر وہ بچے کاروباری دنیا مین قدم رکھتے ہین اور مان کی تمام مصیبتون کو دور کردیتے ہین اگر مان بے صبری کرتی اُن کی تعلیم مین استقلال سے کام نہ لیتی تو ہرگز بچے تعلیم یافتہ نہ ہوتے۔

زندگی کے ہر ایک چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے کامون مین استقلال کی ضرورت ہے اور جس طرح کہ ایک صاحب تاج و تخت کو استقلال کی ضرورت ہے اسی طرح ایک گداے بینوا بھی اُس کا حاجتمند ہے مصیبت انسان کی کسوٹی ہے، اور کامیابی صرف خوشی کی ایک جھلک جو کبھی کبھی تمہارے

دل کو ہمت دلا دیتی ہے تم کو اپنے مقصد کی تکمیل مین ہمیشہ ہمت کو بلند رکھنا چاہیے، اور اپنی زندگی کے جو فرائض کہ تم نے قرار دیدیئے ہین جب تک کہ اُن سب کو تم پورا نہ کرلو اُن سے مُنہ نہ پھیرنا چاہیے۔

یاد رکھو جب کہ وہ اخیر وقت ہوگا کہ موت کا فرشتہ تمھارے بالین پر بیٹھا ہوگا، تمھاری روح تمھارے جسم کو الوداع کہہ رہی ہوگی، یاس و ناامیدی تمھارے سامنے کھڑی ہوگی، صدہا حسرتین ایسی ہون گی جن کے نہ نکلنے کا رنج تمھارے دل پر ہو رہا ہوگا، نزع کی حالت اور وہ کرب و بے چینی جو ایسے وقت مین ہوتی ہے تم کو تکلیف دے رہی ہوگی، اُس وقت تمھارا دل اس خیال سے قوی ہوگا کہ تم نے اخیر وقت تک اپنے فرائض کو انجام دینے کی استقلال کے ساتھ کوشش کی مگر صبر و استقلال ایسی خصلتین نہین ہین جو سبق کے طور پر پڑھانے سے حاصل ہون بلکہ وہ اُن لوگون کی مثال سے حاصل ہوتی ہین جن کے پاس بچے رہتے ہین، اور جن پر اُن کی تربیت کا فرض عائد ہوتا ہے پس ہر ماں باپ کو لازم ہے کہ وہ اپنی مثال سے اپنے بچون مین اِن باتون کے پیدا کرنے کی کوشش کرین۔

جو والدین اپنے بچون کی بے صبری اور تلون کا ابتدا ہی سے خیال نہ کرین گے تو اُس کے یہ معنی ہون گے کہ وہ اُن بچون کو ایک دلدل مین پھنسانا چاہتے ہین ۔

